

## جنتی لوگ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى أَعْرَابِي النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمَلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: ((تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ)) قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا)) [متفق عليه]

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا مجھے ایسا عمل بتلائیے کہ جب میں اسے کروں تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں، آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی بندگی کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا، اور فرض نماز قائم کر اور فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔“ اس (دیہاتی) نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! نہ میں اس میں کچھ زیادہ کروں گا اور نہ ہی اس میں سے کچھ کم کروں گا، پھر جب وہ چلا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنے کی خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ (اس دیہاتی) آدمی کو دیکھ لے۔“

## داعی الی اللہ

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ - [حم السجدة: ۳۳]

اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

**فائدہ:** اس آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے مبلغین کو کس عمدہ انداز میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے کہ مبلغین میں سب سے اعلیٰ ارفع شان داعی حق محبوب خدا حضرت محمد ﷺ کی ہے اور آپ کے بعد کا درجہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، محدثین، ائمہ کرام اور صلحاء امت کی شان ہے کہ جنہوں نے اپنے علم اور صلاحیت کے مطابق دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

اس آیت کا مطلب ہے کہ داعی الی اللہ سے بڑھ کر کائنات میں اچھی کلام کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف دعوت دیتا ہے اسی کی ہی راہ دکھاتا ہے وہ از خود بھی ان تمام باتوں پر عمل کرتا ہے، جس کی طرف دوسرے لوگوں کو دعوت دیتا ہے ہر باطل اور مردود چیز کو رد کرتا ہے لوگوں کو اس سے ڈراتا ہے اور وہ واضح طور پر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے: ﴿إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ اور بڑی خوشی محسوس کرتا ہے اور وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ دین اسلام کی نعت کا نصیب ہو جانا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْإِجْرِ مِثْلُ أُجُورِهِمْ شَيْئًا مِّنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا - [صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب من سنه حسنه..... الخ، رقم: ۲۶۷۴]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس کسی شخص نے کسی آدمی کو رشد و ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ اس کی بات ماننے والے کو ملے گا۔ ہدایت کی راہ پر گامزن ہونے والے اور ہدایت کی طرف دعوت دینے والے کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“ رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ** - [صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب

غزوة خیبر، رقم: ۴۲۱۰]

”اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے ایک انسان کو ہدایت نصیب فرمادے تو وہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ افضل اور بہتر ہے۔“

**فائدہ:** نبی ﷺ کی زبان اطہر سے جو بھی کلمہ نکلتا ہے تو وہ حق اور سچ بات ہوتی ہے۔ کیوں کہ فرقان حمید میں ارشاد ہوا ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ۳۰، ۳۱] اللہ فرماتے ہیں: (اے لوگو!) ہم نے اپنے نبی ﷺ کو اتنی شان دی ہے کہ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے جو وہ بولتے ہیں وہ تو صرف اور صرف وحی ہے جو رب العالمین نے جبرئیل امین کے ذریعے اتاری ہے۔ تو یہاں میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے قسم کھا کر یہ بات واضح کر دی ہے یہ کام بہت ہی اچھا کام ہے اور اس کام کی زیادہ تاکید کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیوں کہ آپ کی ہر بات اور ہر عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

اے اللہ کے بندے تیرے لیے یہ عظمت کافی ہے کہ تو تبعین رسول ﷺ میں شامل کر لیا جائے اور تیرا شمار ان لوگوں میں سے ہو جن کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے۔ [عبدالرحیم بلتستانی]

# فہرست

1	جنتی لوگ	جواہر پارے
2	داعی الی اللہ	کلمہ طیبہ
5	امریکی افغان پالیسی اور دھماکے	اداریہ
7	دو ہرے اجر کے مستحق لوگ (۴)	تذکیر
12	ضعیف احادیث کی معرفت	تحقیق و تنقید
17	مخلوط معاشرہ..... (۴) آخری	اسلامی معاشرت
24	سیرت ابو ہریرہؓ..... (۲) آخری	تذکار صحابہ
29	وقت کی بربادی	اصلاح معاشرہ
30	تبصرہ کتب	تبصرہ کتب
34	وہ جو ہم سے بچھڑ گئے	وفیات
35	نصرت الہی سے محروم مسلمان	شعر و ادب
	(محمد اسحاق عابر)	

## والدین سے حسن سلوک

﴿وَصَيَّنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَّآ مَرَجِعُكُمْ فَأَنِيبُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [العنکبوت: ۸]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اور اگر وہ تجھ سے زبردستی کریں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی بات نہ مان، میری طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے تو میں تم کو جو تم کرتے رہے بتا دوں گا۔“

## سب سے بڑی نیکی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

«إِنَّ مِنْ أَبْرَئِ النَّاسِ صَلَوةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وَدِّ أَبِيهِ، بَعْدَ أَنْ يُؤَلِّيَ» [مسلم: ۲۵۵۲ و ۱۳]

”یقیناً سب سے بڑھ کر نیکی، باپ کی وفات کے بعد اس کے دوستوں سے ملاپ اور نبھاؤ رکھنا ہے۔“

«بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ، اَللّٰهُمَّ! اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ، اَوْ نَضَلَّ، اَوْ نَظْلَمَ، اَوْ نُظْلَمَ،

نُظْلَمَ، اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا» [ترمذی: ۳۴۲۷]

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ راستے سے پھسل جائیں، یا گمراہ ہو جائیں اور کسی پر ظلم کریں، یا ظلم کیے جائیں، اور کسی سے جہالت برتیں، یا ہم پر کوئی جہالت کرے۔“

# امریکی افغان پالیسی اور دھماکے

حافظ احمد شاہ

اداریہ

لیجے بلی تھیلے سے باہر آئی گئی۔ افغان پالیسی پر امریکی صدر اوبامہ کی تقریر نے وہ سب ”خیالات حسنہ“ یا ”وساوس باطلہ“ دور کر دیئے جو خوش فہم مسلمان قوم نے اپنے ذہن میں پال رکھے تھے کہ جناب اوبامہ اپنے خاندان میں مسلمانوں کے نسلی اثرات کے سبب مسلمانوں کے خیر خواہ اور ہمدرد ثابت ہوں گے اور دنیا میں مسلمانوں پر ظلم و ستم یا امریکا کی اسلام دشمنی میں کمی آجائے گی اور ایک یہ خوش خیالی یا حسن ظنی بھی تھی کہ امریکا کا ایک کالے کو صدر بنانا امریکی جمہوریت اور انصاف کی علامت ہے۔ ہم نے انہی دنوں ان صفحات میں عرض کیا تھا کہ امریکا ایک ملک ہے اور ملک کی پالیسیاں ہمیشہ پالیسی سازوں کے دیئے گئے خطوط پر استوار کی جاتی ہیں اور حکمرانوں کو اس دائرہ ہی میں امور مملکت سرانجام دینا پڑتے ہیں۔ لیکن امریکا سے مرعوب جماعتیں اور افراد پہلے اوبامہ کے انتخاب میں اور پھر اس کی ذات کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر محاسن و فضائل تلاش کرتے رہے۔ اب اس کی ایک ہی تقریر نے ثابت کر دیا کہ صدر امریکا خود کچھ بھی نہیں ہوتا، ہر امریکی صدر ان پالیسیوں کا پابند ہے جو اس کے تھنک ٹینک تشکیل دیتے ہیں۔ صدر اوبامہ نے نئی امریکی افغان پالیسی بیان کرتے ہوئے پاکستان کا بار بار بلکہ نیاز مندوں کے اعداد و شمار کے مطابق ۲۲ دفعہ پاکستان کا نام لیا۔ اس کے نام لینے کو شمار تو کر لیا گیا لیکن کس لہجے اور کس انداز میں نام لیا؟ اس کا کسی نے ذکر نہیں کیا۔ ہم نے چوں کہ براہ راست خطاب نہیں سنا صرف اخبارات میں پڑھا ہے ہمارا احساس یہ ہے کہ اس نے وطن عزیز کا نام ایک دوسرے اور حاکم کی طرح لیا ہے جیسے وہ اپنی رعایا یا مملوکہ و مفتوحہ قوم سے مخاطب ہے جو کسی آزاد، ایٹمی حکومت کے شایان شان تو کیا ہونا تھا بلکہ اس کے لیے تو ہین آ میز تھا۔ لیکن اگلے روز بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کا کھلے دل اور کھلے لفظوں میں یہ اعتراف کہ ہم امریکا کا کھاتے ہیں، پڑھ کر سمجھ آ گئی کہ ہمارا حکم ران طبقہ کس قدر ”حقیقت آشنا“ ہو چکا کہ جس کا کھاؤ اسی کا گاؤ جو اظہار تھا اس بات کا کہ ع غیرت نام تھا جس کا گئی وہ تیمور کے گھر سے۔

ہاں! تو جناب اوبامہ نے افغان پالیسی بیان کرتے ہوئے دہشت گردی کی نام نہاد جنگ کا اہل پاکستان بلکہ مسلمانوں کو خوب خوف دلایا، دہشت گردی کے خلاف اپنی ”بے لوث خدمات“، گنوائیں، دہشت گردوں کے خلاف اپنے عزائم بیان کیے، انسانیت کی ہمدردی میں اٹھنے والا امریکی درد جتلا یا، دنیا میں جمہوریت کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا، پاکستانیوں کو واسطہ پڑتی ہوئی زبوں حال معیشت، بھوک، مہنگائی، افلاس اور دہشت گردی کا امریکا کو بہت غم ہے اور وہ اس میں ”شریک غم“ ہوئے کہ پاکستانی حکام تو ان دلزدہ روں سے بے غم ہو چکے ہیں۔ اس لیے جناب اوبامہ پاکستانی عوام کو یہ تلقین فرماتے رہے کہ..... اپنے حکم رانوں کی طرح..... امریکا جیسے کہے ویسے کرو جو فرمائے اس کو یہ غور سنو اپنے خیال اپنی رائے اور ضمیر کو اپنے حکم رانوں کے تابع کر دو کہ بھلا اسی میں ہے۔

انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ امریکا..... عراق سے مونہہ کی کھانے کے بعد..... جولائی ۲۰۱۱ء میں افغانستان سے فوجیں واپس لے جانی شروع کر دے گا ساتھ ہی اوبامہ نے مزید تیس ہزار فوجی افغانستان بھیجنے کا اعلان بھی کیا جو پاک افغان کے سرحدی علاقوں میں من پسند آپریشن کرنے کے مجاز ہوں گے۔ جب کہ پاکستانی حکم ران اس سے درخواست گزار ہیں کہ وہ ابھی پانچ سال مزید افغانستان میں رہے۔ نیز اس نے کوئٹہ میں یا ہر اس جگہ جہاں اس کو القاعدہ ارکان کی موجودگی کا گمان گزرے گا وہاں امریکا کی کارروائی کرنے کا حق بھی جتلا یا۔ اس تقریر کے بعد اہل علم اصحاب درد اور دانش ور تو سراپا احتجاج ہیں لیکن ارکان حکومت کچھ تو مزید پانچ سال قیام کے لیے منمنار ہے ہیں اور کچھ اس تقریر پر تعریف آمیز تنقید کر کے اپنا ریکارڈ درست رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب کہ اپوزیشن بھی مستقبل روشن رکھنے کے لیے آپس میں نیم دروں نیم بروں پالیسی اختیار کیے ہوئے ہے ہاں البتہ آرمی چیف کے اس ایک ہی بیان نے کہ ”ہمارا جینا مرنا اسلام اور وطن کے لیے ہے“ فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ ہمارے وزیراعظم بھی پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہے اور سنبھلے سنبھلے بیان دے کر اپنی سیاست و فراست کے قد

میں اضافہ کر رہے ہیں۔ باقی رہے پہلی اور سازندے! تو ان کا فن صدا کار کی ہم نوائی ہی ہوتا ہے کہ انہوں نے وسیلہ رزق یہی پسند کیا ہوتا ہے اور وہ سچے بھی ہیں کہ انہیں اس کے علاوہ کچھ آتا بھی نہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہم سب کے انفرادی اور اجتماعی گناہ معاف فرمائے کہ ہفتہ رفتہ میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ جو دھماکے ہوئے اس نے اہل پاکستان کو بھڑکھڑا کر رکھ دیا۔ راولپنڈی آر می مسجد میں دھماکے سے پوری قوم لرز اٹھی اور ان بے رحم اور ظالم مجرموں کے لیے ہرزبان سے بد دعا ہی نکلی کہ اللہ تعالیٰ ان کو، ان کے ہدایت کاروں اور ان سے مصلحت آمیز رویہ رکھنے والوں کو دنیا و آخرت میں اس سے بھی زیادہ دردناک اور اذیت ناک عذاب سے دوچار کرے۔ پھر سات دسمبر کو ایک ہی دن میں کونڈہ، پشاور اور لاہور یعنی تین صوبائی حکومتوں کے مرکزی مقامات پر ہولناک دھماکے ہو گئے۔ دل و دماغ کا سکون تو ایک ہی موت اتھل پھل کر دیتی ہے اور یہاں تو ایک روز میں اور بعض مرتبہ ایک مقام سے جب کئی کئی جنازے اٹھتے ہیں تو ان لواحقین اور محلے داروں کا کیا حشر ہوتا ہوگا اور اس طرح کی اندوہناک موت کا حادثہ جن پر گزرتا ہے وہ وہی جانتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے وزیر داخلہ جو اس حکومت کا اہم حصہ حالات سے سب سے زیادہ باخبر بلکہ حالات کا رخ جانچنے اور موڑنے والے اور پی پی پی کی حکومتوں کا تابناک ماضی ہیں، علمائے کرام کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ عوام کو خود کش حملوں کے ناجائز ہونے کا بتائیں۔ حالاں کہ علمائے کرام نے کبھی بھی ان کو جائز نہیں کہا بلکہ وہ تو مختلف اوقات میں خود کشی کی حرمت کو دین کا حصہ جانتے ہوئے عوام کو یہ بات بتا چکے ہیں کہ خود کشی ایک ایسا گناہ ہے جس کی معافی نہیں کہ وہ قیامت تک اسی کرب میں رہے گا۔ بلکہ اسلام تو کسی بھی موقعہ اور کسی بھی جرم پر قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ وہ اس کو بغاوت قرار دیتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں بھی سب سے اذیت ناک اور کربناک مرحلے پر بھی اسلام نے قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی بلکہ آیات لعان نازل فرما کر حکومت کی رٹ کو قائم رکھا۔

ذہنوں پر ذرا زور ڈالیں تو سالہا سال سے اس طرح کے حادثات وطن کے ساتھ ایک عرصہ سے پیش آرہے ہیں۔ ایک دور میں حکومت جب کوئی ناروا فیصلہ کرتی تو وطن میں اچانک ایسے سانحے رونما ہو جاتے کہ عوام فیصلہ بھول کر اس طرف متوجہ ہو جاتے، پھر جب امریکا، برطانیہ وغیرہ کی کسی اہم شخصیت کا دورہ ہوتا تو پھر باجوڑ مدر سے جیسے اندوہناک حوادث وقوع پذیر ہو جاتے اور وہ شخصیت اپنے کام کر جاتی۔ اب لوگر، ایل، این آرا اور اب امریکا کی افغان پالیسی کا جب اظہار ہوا اور پاکستانی عوام نے جرات سے ان پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو اب یہ خود کش حملوں کا تسلسل ایسا شروع ہوا کہ اب رک ہی نہیں رہا۔ بیسیوں بے گناہ افراد، خواتین اور معصوم بچے ہلاک ہو چکے ہیں اور ہمارے حکم ران ہیں کہ وہ ان پر قابو ہی نہیں پارہے اللہ تعالیٰ ہم سب اور حاکموں کی راہ نمائی فرمائے کہ وہ مجرموں تک پہنچ..... تو شاید جاتے ہی ہوں گے..... کران کو سرعام کیفر کردار تک پہنچائیں۔ لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہم سب..... عوام، اپوزیشن لیڈر، حکم ران..... لفظ دہشت گرد کی تکرار سے گزرا کیے جا رہے ہیں اور اصل مجرموں کا ذکر نہیں کرتے۔ عمل گریز بلکہ دین سیاسی جماعتیں ان دہشت گردوں سے مراد واضح طور پر مذہبی جنونی یعنی دینی حلقے کو مطعون کر کے قابل گردن زدنی ٹھہرا کر ان پر مشق سخن فرماتے ہیں۔ کچھ سیاسی لوگ بے لفظوں اور غیر سیاسی عوام کھلے لفظوں میں امریکا، بھارت اور اسرائیل کا نام لیتے ہیں بلکہ اب تو بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایک از حاکمان پہلی سطر میں امریکا، بھارت اور اسرائیل کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور چند ہی سطریں نیچے حکم رانی کی راہداریوں میں گھومنے والا ان سب دشمن ممالک کی صفائی دے رہا ہوتا ہے۔ حالاں کہ عمل میں کتنا بھی گیا گزرا مسلمان ہو بقائم حواس خمہ کسی بے گناہ مسلمان کی جان نہیں لے سکتا۔ لیکن افسوس ہے ان پاکستانی مسلمان بھائیوں پر ہے جو شمن قلیل کے عوض ازلی وابدی دشمنوں کی صفائی دے کر نہ جانے حق نمک کس کا ادا کر رہے ہیں۔ علی وجہ البصیرت ہماری یہ گز ارش ہے کہ حکم ران خصوصاً اور قانون نافذ کرنے والے ادارے عموماً اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد کو سامنے رکھیں کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتا اس لیے کسی غیر مسلم کو اپنا راز دان کبھی نہ بناؤ۔

ادارہ الاعتصام پشاور، راولپنڈی، کونڈہ اور لاہور کے شہداء کے لواحقین اور ان سانحات کے متاثرین سے دلی ہمدردی رکھتا، شہداء کے لیے مغفرت کی دعا کرتا، لواحقین کے لیے صبر جمیل اور حکم رانوں کی صحیح راہ نمائی کے لیے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

## دوہرے اجر کے مستحق لوگ

غلام مصطفیٰ فاروق

اس کے باوجود ذوق و شوق سے انک انک کر پڑھتا ہے اور پڑھنے میں جو مشقت ہوتی ہے اسے برداشت کرتا ہے۔ اس مشقت کی وجہ سے اسے دوگنا اجر ملے گا۔

مولانا مودودی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”قرآن مجید میں ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قرآن کو وہ فرشتے لکھتے ہیں جو بڑے معزز اور پاکیزہ ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کا علم حاصل کرے اس میں بصیرت پیدا کرے۔ اس کے اندر کمال پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ان فرشتوں میں شامل ہو جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے وہ مقام اور مرتبہ حاصل ہوگا جو ان فرشتوں کو حاصل ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آدمی قرآن مجید کو سمجھ کر نہ پڑھے تو محض اس کے پڑھنے کا کیا فائدہ؟

لیکن یہ خیال کرنا درست نہیں، قرآن مجید کے محض پڑھنے کا بھی فائدہ ہے، مثلاً آپ دیکھیں کہ ایک ایسا آدمی جو بیچارہ بہت ہی دیہاتی قسم کا ہے اور اس کی زبان بھی پوری طرح سے نہیں کھلتی، وہ بڑی مشکل سے اور انک انک کر قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے حق میں بھی یہ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ ایک اجر قرآن مجید پڑھنے کا اور دوسرا قرآن مجید کے لیے محنت کرنے کا۔ رہی یہ بات کہ بغیر سمجھے ہوئے قرآن مجید کا کیا فائدہ ہے؟ تو سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی دنیا میں کسی ایسے آدمی کو دیکھا ہے جو انگریزی کے حروف تہجی پڑھ لینے کے بعد انگریزی کی کوئی کتاب لیے

مشقت سے قرآن پڑھنے کا دوہرا اجر:

صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ شَدِيدٌ فَلَهُ أَجْرَانِ)) [بخاری، کتاب

تفسیر القرآن، باب عبس وتولى: ۴۹۳۷]

”اس شخص کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے۔ مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن مجید بار بار پڑھتا ہے پھر وہ اس کے لیے دشوار و مشکل ہے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا۔“

صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی ایک اور حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا:

((الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ - وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ)) [متفق علیہ]

”قرآن کا ماہر، قرآن لکھنے والے معزز اور پاکیزہ فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید کو انک انک کر اور بڑی مشکل سے پڑھتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔“

ماہر سے مراد قرآن کریم کا حافظ اور تجوید و حسن صوت سے پڑھنے والا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو حافظ نہیں ہے اور تجوید و حسن صوت سے بھی بہرہ ور نہیں ہے اس لیے قرآن فصاحت و روانی سے نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن

زکوٰۃ و صدقات وغیرہ ادا کرتے وقت اپنے عزیز واقارب اور قریبوں کو دیکھنا چاہیے اور جو ضرورت مند اور مستحق لوگ ہیں ان کو اولیں ترجیح دینی چاہیے۔

ترمذی، ابن ماجہ اور معجم طبرانی کبیر میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(( خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرٌ لِأَهْلِي ))

[الصحيحه: ۲۸۵- صحيح الجامع: ۳۳۱۴]

”تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنوں کے لیے بہتر ہے، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہوں۔“  
صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رحمت کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں خاص طور پر عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

(( تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ ))

”اے خواتین! تم کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرو،

اگرچہ تم کو اپنے زیورات میں سے دینا پڑے۔“

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا تو میں اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم عورتوں کو خاص طور پر صدقہ کی تاکید فرمائی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میرے پاس جو کچھ ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت حاصل کروں۔

(( إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفٌ ذَاتُ الْيَدِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ - فَأْتِهِ فَاسْأَلْهُ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ

يُجْزِئُ عَنِّي وَإِنْ لَا صَدَقْتُهَا إِلَيَّ غَيْرُكُمْ ))

”تم بھی تنگ حال اور خالی ہاتھ ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے اب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہو کر دریافت کرو (کہ اگر میں تم کو یہی دے دوں) تو

کیا میرا صدقہ ادا ہو جائے گا؟ اگر تم پر خرچ کرنا صحیح ہے تو میں تم

بیٹھا پڑ رہا ہو اور سمجھ میں اس کی خاک بھی نہ آ رہا ہو؟  
غور کیجیے! کہ ایک آدمی اس قرآن کے ساتھ یہ محنت کیوں کرتا ہے۔ وہ بغدادی قاعدہ سے اس کے پڑھنے کی مشق کرتا ہے، استادوں سے سیکھتا ہے، پھر بیٹھا ہوا اسے پڑھتا ہے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا مگر پھر بھی پڑھتا ہے آخر کیوں؟

اگر اس کے دل میں ایمان نہ ہو، قرآن مجید کی عقیدت نہ ہو، اور اگر وہ یہ نہ سمجھ رہا ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور تو اس کے پڑھنے میں برکت ہے تو آخر وہ یہ سب محنت اور مشقت کیوں برداشت کرے؟ ظاہر بات ہے کہ وہ یہ ساری محنت اور مشقت اسی یقین کی بنا پر کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور بڑی برکت والا ہے۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ اسے اس کا اجر نہ ملے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں لینا چاہیے کہ ایسے آدمی کو قرآن سیکھنے اور سمجھنے کے قابل بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ یہ کوشش تو لازماً کرنی چاہیے لیکن جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر قرآن مجید کسی کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو تو اس کا پڑھنا فضول اور بے فائدہ ہے، تو یہ غلط بات ہے یقیناً قرآن مجید کو بے سمجھے پڑھنے کا بھی فائدہ ہے۔“

[فضائل قرآن ص: ۲۲]

### اہل قرابت پر صدقہ کرنے والے:

غریب و نادار، معذور و مجبور، مفلوک الحال اور ضعفاء و مساکین لوگوں کی ضرورت پوری کرنا، ان کی خبر گیری کرنا، ان کی کفالت کرنا، صدقہ و خیرات سے ان کی مدد کرنا، گناہوں کے کفارے کا باعث، مغفرت و نجات کا ذریعہ، بہت بڑی نیکی اور رضائے الہی کا سبب و وسیلہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا اور انہیں صدقہ و خیرات دینا بھی دوہرا اجر و ثواب کا باعث ہے۔

کہا جاتا ہے: ”اول خویش بعدد رویش“

سب سے پہلے اپنوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ خیرات و عطیات اور



کوہی (صدقہ) دے دوں گی۔ ورنہ دوسروں پر خرچ کر دوں۔“  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ  
”تم خود ہی جا کر نبی اقدس ﷺ سے دریافت کرو۔“

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں خود ہی نبی ﷺ کی خدمت میں  
حاضر ہوئی۔ وہاں پہنچی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت بھی آپ کے  
دروازے پر کھڑی ہے۔ اور اس کی غرض بھی وہی ہے جو میری غرض  
ہے۔ یعنی وہ انصاریہ عورت بھی یہی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے حاضر  
ہوئی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مزید کہتی ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خاص رعب و ہیبت عطا  
کی تھی جس کی وجہ سے ہر ایک کو آپ ﷺ سے دو بدو بات  
کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، اس لیے ہمیں خود آپ ﷺ  
کے قریب پہنچ کر پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔“

اتنے میں آپ کے خاص خادم اور مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر  
نکلے۔ ہم دونوں نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں  
عرض کیجیے کہ دو عورتیں دروازے پر کھڑی ہیں اور آپ سے یہ پوچھنا  
چاہتی ہیں کہ اگر وہ اپنے ضرورت مند شوہروں کو، اور ان یتیموں پر جو خود  
ان کی گود میں پرورش پارہے ہیں، صدقہ کریں تو کیا صدقہ ادا ہو جائے گا  
(اور ہم کو صدقہ کا ثواب ملے گا) اور رسول اللہ ﷺ کو یہ نہ بتانا کہ ہم  
کون دو عورتیں ہیں۔

پھر فرماتی ہیں:

(( فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ هُمَا؟ قَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ  
وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الزَّيْنَبِ؟ قَالَ  
امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَعَمْ لَهُمَا  
أَجْرَانِ - أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ )) [صحیح  
بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام

فی الحجر، حدیث: ۱۴۴۶]

”حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان  
دونوں عورتوں کا سوال آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیا۔  
آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ کون عورتیں ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ  
نے عرض کیا کہ ایک عورت انصار میں سے ہے اور دوسری  
حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون سی زینب؟  
حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ  
کی بیوی زینب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (ان کا صدقہ ادا  
ہو جائے گا، بلکہ اس صورت میں) ان کو دو ہزار ثواب ملے گا

ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ثواب۔“

فائدہ: اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر اپنے  
قریبی رشتہ دار مفلس و نادار ہوں تو ان کو صدقہ و زکوٰۃ دینا دو گنا اجر  
و ثواب کا باعث ہے۔

عورت اپنے خاوند کو صدقہ اور زکوٰۃ کی رقم بھی دے سکتی ہے  
بشرطیکہ وہ غریب ہو۔ البتہ خاوند اپنی زوجہ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ کیوں  
کہ عورت کے نان و نفقہ کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ جب کہ عورت خاوند کی  
کفیل نہیں۔ تو گویا اصول یہ ہوا کہ زکوٰۃ دینے والے پر جن کا نان و نفقہ  
واجب ہے، ان کو وہ زکوٰۃ کی رقم نہیں دے سکتا۔ جیسے انسان کی بیوی،  
بچے اور والدین ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زکوٰۃ و صدقہ دینے میں اپنے عزیز  
واقارب کو ہی زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ کیوں کہ یہ بات دو ہزار اجر و ثواب  
کا باعث ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
”کھجور کے باغات کے لحاظ سے مدینہ کے انصار میں سب  
سے زیادہ دولت مند حضرت ابوطحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے اور انہیں  
اپنے باغات اور جائداد میں سب سے زیادہ محبوب بیرحاء تھا  
(یہ ان کے قیمتی باغ کا نام تھا) یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا  
اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس  
کا نفیس پانی (شوق سے) نوش فرماتے تھے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾

”نیکئی اور مقبولیت کا مقام تم کو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم اپنی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔“

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾

اور مجھے اپنی ساری مالیات میں سے سب سے زیادہ محبوب ہیرا حاء ہے:

((إِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ تَعَالَى - أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى، فَضَعْتُهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْ ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ - وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتُ وَأَنْتَ أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ)) [صحيح بخاری، كتاب الزكوة، باب الزكوة على الاقارب، حديث: ۱۴۶۱]

”میں اسے اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آخرت میں مجھے اس کا ثواب ملے گا۔ وہ میرے لیے ذخیرہ ہوگا۔ لہذا آپ اس کے بارے میں وہ فیصلہ فرمادیں جو اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں ڈالے (یعنی جو مصرف اس کا مناسب سمجھیں معین فرمادیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واہ! یہ تو بڑی نفع مند اور کارآمد جائیداد ہے۔ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ میں نے تمہاری بات سن لی (اور تمہارا منشا سمجھ لیا) میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے ضرورت مند قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں یہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ باغ

اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔“

فائدہ: بعض روایات میں تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ باغ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق اپنے خاص اقارب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت نبط بن جابر رضی اللہ عنہ پر تقسیم کر دیا تھا۔ یہ باغ کس قدر قیمتی تھا اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا حصہ ایک لاکھ درہم میں خرید لیا تھا۔ [معارف الحديث: ۸۵/۴]

اجنبی لوگوں پر خرچ کرنا تو صرف صدقہ ہے جب کہ قریبی رشتہ داروں کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ لہذا دو گنا اجر اور دوا ہر ثواب ہے۔

مسند احمد، ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ و دارمی میں حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْصَّدَقَةُ عَلَى الْمُسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحْمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصَلَةٌ)) [ابن ماجہ، ابواب الزکوة، باب فضل الصدقة، صحيح الجامع: ۳۸۵۸]

”کسی اجنبی مسکین کو اللہ کے لیے دینا صرف صدقہ ہے اور اپنے کسی عزیز و اقارب (ضرورت مند) کو اللہ کے لیے کچھ دینے میں دو پہلو ہیں، اور دو طرح کا ثواب ہے:

①..... ایک یہ کہ وہ صدقہ ہے،

②..... اور دوسرا یہ کہ وہ صلہ رحمی ہے۔“

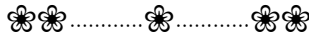
یعنی حق قرابت کی ادائیگی ہے جو بجائے خود بڑی نیکی ہے۔ مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”آج کتنے ہی ایسے حضرات ہیں جو عام غرباء و مساکین پر صدقہ و خیرات تو بہت کرتے ہیں مگر اپنے رشتہ دار ضرورت مندوں اور محتاجوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور یوں وہ دوا ہرے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔“

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مسند احمد اور طبرانی میں روایت ہے

اعطاه الله اياه فيدخل عليه الا اخرج الله له من جهنم حية يقال له شجاع يتلمظ فيطوق به ))  
”جب کوئی مستحق رشتہ دار اپنے رشتہ دار کے پاس جا کر سوال کرتا ہے اور وہ اسے دینے کی بجائے نجل کا مظاہرہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جہنم کا ایک سانپ اس کے گلے کا طوق بنادیں گے۔“

معلوم ہوا کہ غریب محتاج رشتہ دار کو اپنے صدقات و خیرات سے محروم کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور انہیں عطا کرنا دوا ہرے اجر اور دوا ہرے ثواب کا ذریعہ بھی ہے۔



### ضروری اعلان

پروفیسر عبدالجبار شاہ کے آڈیو خطابات کی DVD تیار کی جا رہی ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس کوئی آڈیو/ویڈیو خطاب ہو تو درج ذیل ایڈریس پر بھیجوا کر اس کام کو مکمل کرنے میں مدد کریں۔ جزاکم اللہ خیراً

کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، اردو بازار۔ لاہور

فون: 37239884 - 042-37320318

### علامہ ابراہیم خادم قصوری ہسپتال سے کنگن پور

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے مرکزی نائب ناظم علامہ پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری جناح ہسپتال لاہور سے کنگن پور قصور منتقل ہو گئے ہیں اور اب ماشاء اللہ طبیعت میں کافی افاقہ ہے۔ انہوں نے تبلیغی و تنظیمی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا ہے۔ ہفتہ میں دو اجلاس میں شرکت فرما رہے ہیں۔ احباب فون نمبر 0300-6596434 پر رابطہ کریں۔

[صاحبزادہ محمد اسحاق خادم قصوری ایم اے، اردو و اسلامیات]

کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((على ذي الرحم الكاشح)) [صحيح الترغيب

والترهيب، رقم الحديث: 893]

”کاشح“ رشتہ دار پر صدقہ سب سے بہتر ہے۔“

”کاشح“ اس قطع رحمی کرنے والے کو کہتے ہیں جو اپنی عداوت اور دشمنی دل میں رکھے ہوئے ہو۔ جیسا کہ عموماً رشتہ داری میں ہوتا ہے کہ وہ قطع رحمی کرتا اور اپنے رشتہ دار سے درپردہ عداوت رکھتا ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ ایسے رشتہ دار پر صدقہ کرنا بہترین صدقہ ہے۔ وہ اگرچہ قطع رحمی کرتا ہے مگر تم اس کے برعکس صلہ رحمی کرو، بلکہ ضرورت مند ہو تو اس پر صدقہ بھی کرو۔ ایک نہ ایک دن اسے شرم آئے گی، وہ تمہارا گرویدہ بن جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی یہی تھی آپ اپنے دشمنوں سے بھی پیار کرتے تھے ان کی ہدایت کے لیے دعا کرتے تھے اور ان سے حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

صفوان بن امیہ کو غزوہ حنین کے بعد جب آپ نے تین سوانٹ مال غنیمت میں سے دیئے تو وہ بول اٹھا:

((انه لمن ابغض الناس الى گما برح يعطيني حتى

انه لا يحب الناس الى)) [البداية والنهاية: 4/36]

”رسول اللہ ﷺ میرے نزدیک سب سے مبغوض تھے، آپ مجھے عطا فرماتے رہے تو پھر میرے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب آپ ہی تھے۔“

گویا ٹوٹے دلوں کو مال کے ذریعے ملایا اور جوڑا جاسکتا ہے۔ قطع رحمی کرنے والا رشتہ دار پر صدقہ اس تناظر میں صلہ رحمی کا باعث اور دوا ہرے اور دوا ہرے ثواب کا ذریعہ ہے۔

طبرانی میں حضرت جریر بن عبد اللہ الجلیلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ما من ذي رحم يأتى رحمه فيسأله فضلا

## ضعیف احادیث کی معرفت اور ان کی شرعی حیثیت

غازی عزیز

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ”رد المحتار حاشیہ الدر المختار“ میں فرماتے ہیں: ”ضعف کی شدت سے مراد ایسا طریق ہے جو کذاب یا مہتمم بالکذب راوی سے خالی نہ ہو اور حدیث کی سنیت کا اعتقاد نہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کیے جانے والے عمل کی سنیت کا اعتقاد نہ رکھا جائے..... اگر روایت موضوع ہو تو کسی حال میں بھی اس پر عمل جائز نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خواہ وہ فضائل اعمال ہی میں سے کیوں نہ ہو۔“

[رد المحتار علی ہاشم الدر المختار، ج: ۱، ص: ۸۷]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں تیسری شرط یہ ہے کہ ”عمل کے وقت اس کے ثبوت کے اعتقاد کے بجائے احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔“ [تدریب الراوی، ج: ۱، ص: ۲۹۹]

علامہ ابن علان رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ”الاذکار“ میں ضعیف حدیث پر عمل کی بحث کے دوران اس کلمہ ”لیکن وہ موضوع نہ ہو“ کی شرح میں بیان کرتے ہیں:

”اس کا مطلب شدید ضعف ہے، پس ایسی خبر پر عمل جائز نہیں ہے جو کذاب اور مہتمم رواۃ کے ساتھ منفرد ہو۔ باقی ضعیف حدیث پر عمل کے لیے دو شرطیں ہیں یہ کہ اس کے لیے اصل شاہد ہو یعنی وہ عموم اور قاعدہ کلیہ کے تحت داخل ہو اور بوقت عمل اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔“ [شرح وجہ (مختصر) لابن علان علی ہواش الاذکار للنووی، ص: ۷]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان شرائط کے متعلق مزید صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

”اس شرط کے ساتھ یہ مناسب ہے کہ عمل کرنے والا اس

فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کی شرائط قبول اور ان کی تشریح:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت مشہور ہے کہ آں رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے تین شرائط مقرر فرمائی ہیں:

①..... حدیث کا ضعف شدید نہ ہو۔ لہذا کذاب، مہتمم بالکذب اور فحش غلطی کرنے والے راوی کی حدیث خارج ہو جائے گی جب کہ وہ روایت کرنے میں منفرد ہو۔

②..... وہ حدیث کسی اصل عام کے تحت داخل ہو۔ لہذا ہر موضوع حدیث خارج ہو جائے گی کیوں کہ اس کے لیے کوئی اصل نہیں ہوتی۔

③..... اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہیں رکھنا چاہیے، تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی ایسی بات کا انتساب نہ ہو جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا ہے۔ [القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع للسخاوی، ص: ۱۹۵]

پہلی شرط پر علانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ [تدریب الراوی، ج: ۱، ص: ۲۹۸] اور آخری دونوں شرائط ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دقیق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ [ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۹۹] ”الدر المختار“ میں بھی ”فائدہ“ کے تحت ان شرائط کا ذکر کیا گیا ہے جن کا لحاظ اس سلسلہ میں ضروری ہے۔ چنانچہ مذکور ہے:

”ضعیف حدیث پر عمل کی شرط، ضعف کی عدم شدت، اصل عام کے تحت داخل ہونا اور حدیث کی سنیت کا اعتقاد نہ رکھنا۔ لیکن اگر روایت موضوع ہو تو اس پر عمل کسی حال میں جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کی روایت، الا یہ کہ اس کے بیان کا قرینہ پایا جاتا ہو۔“ [الدر المختار، ج: ۱، ص: ۸۷]

میں شدت نہ ہو اور وہ صحیح نص سے متعارض بھی نہ ہو تو ترغیب و ترہیب اور مناقب وغیرہ میں اس پر عمل کرنا اور اس کی روایت جائز ہے۔ لہذا ضعیف حدیث کے موضوع نہ ہونے کا تعین و تحقیق کا اہتمام ضروری ہے تاکہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی وعید کبیر میں مبتلا نہ ہو یا اس کے دین میں ابتداء اور فضول کا دخل نہ ہو جائے۔ [مقدمہ المقاصد

الحسنہ للشیخ عبدالوہاب]

علامہ محمد زاہد الکوثری حنفی نے بھی اپنے ”مقالات“ میں ضعیف حدیث کو قبول کرنے کی شرائط کا ذکر کیا ہے۔ علامہ شیخ عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ ”الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ للشوکانی“ کی تحقیق کے دوران ایک مقام پر طویل حاشیہ کے وسط میں تحریر فرماتے ہیں:

”أما اخراج مسلم لذلك الحديث الواحد فقد يكون تسهلاً لانه في فضائل الأعمال - الخ

[حاشیہ بر الفوائد المجموعہ، ص: ۲۸۲]

آں رحمہ اللہ کا یہ قول اس سلسلہ میں ان کی فکر کے اشارات اخذ کرنے کے لیے کافی ہے۔ مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی نے بھی ان شرائط قبول کو اپنی بعض تصانیف میں درج کیا ہے۔ چنانچہ ”الآثار المرفوعہ“ میں ”حرمة رواية الحديث الموضوع“ کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں:

”موضوع روایت کے برخلاف ضعیف حدیث اگر احکام سے متعلق نہ ہو تو اس میں تساہل کیا جاتا ہے اور متعدد شروط کے ساتھ اس کو قبول کیا جاتا ہے۔ ان شرائط کو مبسوط طریقہ پر میں نے اپنے رسالہ ”تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبہ“ کی تعلیق ”تحفۃ الکلمہ“ اور اپنے دوسرے رسالہ ”الاجوبۃ الفاضلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ“ میں ذکر کیا ہے۔ [الآثار المرفوعہ، ص: ۲۱]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”کسی موضوع روایت پر عمل قطعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ ضعیف

حدیث کے ضعیف ہونے کا اعتقاد رکھے اور اس کی تشہیر نہ کرتا پھرے تاکہ کوئی دوسرا انسان ضعیف حدیث پر عمل نہ کرے یا اس چیز کو شریعت نہ سمجھ بیٹھے جو فی الواقع شریعت نہیں ہے یا اسی طرح اس کو عمل کرتا دیکھ کر بعض جاہل لوگ یہ گمان کر لیں کہ وہ صحیح سنت ہے۔ اس مفہوم کی تصریح استاذ ابو محمد بن عبدالسلام وغیرہ نے کی ہے تاکہ انسان رسول اللہ ﷺ کی اس تحذیر:

من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو أحد الكذابين -

(یعنی جو کوئی مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کرے کہ جس کو وہ جھوٹ سمجھتا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے) کے تحت داخل ہونے سے بچے رہیں۔ پس کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو اس پر عمل کرتے ہیں؟ نیز احکام اور فضائل کی حدیث پر عمل کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیوں کہ یہ سب شریعت ہے۔“

[تین العجب بماوردنی فضل رجب لابن حجر، ص: ۲۱]

ان مذکورہ شرائط کے علاوہ بعض محققین مثلاً ابن الحاج رحمہ اللہ وغیرہ

فرماتے ہیں:

”اگر کوئی شخص فضائل اعمال کے تحت کسی ضعیف حدیث پر عمل کرنا چاہے تو صرف اپنے نفس کے لیے نوافل کی طرح خفیہ طریقہ پر کرے، اس کی تشہیر و تبلیغ نہ کرے، مساجد اور دیگر اجتماعات کے مقامات پر اس پر عمل کرنے سے احتراز کرے نیز اسے سنت سمجھ کر ہمیشہ کے لیے اس پر پابند نہ ہو جائے کیوں کہ وہ احادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ بسند ضعیف وارد ہوئی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل جائز ہے لیکن ہمیشہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔“ [المدخل لابن الحاج،

ج: ۱، ص: ۲۹۱ و کذا فی الآثار المرفوعہ، ص: ۷۴]

علامہ شیخ عبدالوہاب عبداللطیف (سابق استاذ بکلیۃ الشریعۃ بجامعۃ الازہر) فرماتے ہیں:

”جو ضعیف احادیث میں سے مشہور ہے، اگر اس کے ضعف

مذہب ائمہ کے نزدیک معتمد ہے۔“ [قواعد الحدیث، ص: ۱۱۳]  
اور مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی کا قول بھی اوپر نقل کیا جا چکا  
ہے کہ ”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جمہور کا مذہب ہے لیکن  
مشروط ہے۔“ الخ [آثار المفوہ، ص: ۸۱]  
لہذا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس مذہب اور ان تمام شرائط کا  
تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

### شرائط قبول کا التزام دائرہ عمل کو تنگ کرتا ہے:

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے سلسلہ میں جن شرائط کا اوپر ذکر کیا  
گیا ہے وہ فی الواقع اس قدر دقیق اور اہم ہیں کہ اگر عمل کے وقت ان  
شرائط کا صحیح طریقہ پر التزام و اہتمام کیا جائے تو اکثر ضعیف احادیث اپنی  
اصل کے اعتبار سے ہمیں خود لغو نظر آئیں گی اور ان کا دائرہ عمل انتہائی  
تنگ ہو جائے گا کیوں کہ جب کوئی شخص کسی حدیث پر عمل کرنا چاہے گا تو  
پہلی شرط کے مطابق اس پر اس حدیث کے کوائف کی معرفت واجب  
ہوگی تاکہ اگر اس میں شدید ضعف موجود ہو تو وہ اس پر عمل سے بچا رہے  
مگر بالفعل ان شرائط کا التزام ناممکن ہے۔

### عوامی سطح پر پہلی شرط کے التزام کی توقع بعید از امکان ہے:

آج کے دور میں کسی عام شخص کیا اکثر نام نہاد علماء سے، جو کسی  
حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہوں، اس حدیث کے کوائف کی معرفت کی  
امید کرنا عبث ہے۔ ایسے صاحب بصیرت علماء خال خال پائے جاتے  
ہیں جو صرف صحیح اور ثابت احادیث نبوی کی تدریس، تبلیغ و اشاعت  
کرتے ہوں اور عوام کو ضعیف اور موضوع احادیث سے متنبہ کرنے اور  
بچانے کی کوشش کرتے ہوں۔ لہذا ضعیف حدیث پر عمل کرنے والوں  
میں ایسے بے شمار لوگ مل جائیں گے جو اس کو قبول کرنے کی پہلی شرط کی  
بھی پابندی نہیں کرتے بلکہ ان شرائط کے صریح مخالف ہیں۔ اکثر علماء جو  
صحیح و سقیم حدیث کا علم نہیں رکھتے یا کسی گروہی یا مسلکی تعصب میں مبتلا  
ہیں، عموماً فضائل اعمال کی احادیث اور ان کے کوائف سے بھی آگاہ نہیں  
ہوتے۔ لیکن طرفہ یہ کہ وہ اس کے ضعف کی نوعیت جاننے کی کوشش بھی  
نہیں کرتے کہ آیا ضعف معمولی ہے یا شدید، بس عمل کیے جاتے ہیں۔

حدیث پر جواز عمل اور اس کو قبول کرنے کی صراحت کی گئی ہے  
بشرطیکہ وہ حدیث شدید الضعف نہ ہو یعنی اس کی اسانید میں  
سے کوئی ایک سند بھی کذاب، متهم، متروک یا ایسی قبیل کے راوی  
سے خالی نہ ہو۔ اس بحث کو میں نے اپنے رسالہ ”الاجوبۃ  
الفاضلۃ لئلسئلۃ العشرۃ الکاملہ“ میں مبسوط طریقہ پر درج کیا  
ہے۔“ [ایضاً، ص: ۷۴]

اور

”ہاں فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جمہور کا مذہب  
ہے لیکن مشروط ہے یعنی اس حدیث کا ضعف، ضعف شدید نہ  
ہو۔ اگر ضعف شدید ہو تو وہ حدیث فضائل میں بھی قبول نہیں کی  
جاتی۔ اس مسئلہ کو میں نے اپنے رسالہ ”الاجوبۃ الفاضلۃ لئلسئلۃ  
العشرۃ الکاملہ“ میں اور اپنے رسالہ تحتہ الطلبۃ فی مسح الرقبۃ کی  
تعلیقات المسماۃ بحفۃ الکلمۃ میں بسیط طریقہ پر درج کیا  
ہے۔“ [ایضاً، ص: ۸۱]

ایک اور مقام پر ”صلوۃ التسبیح“ کی روایت پر بحث کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں:

”لہذا اس روایت کو ضعیف بتا کر اس پر عمل کو ناجائز بتانا صریح  
مغالطہ ہے کیوں کہ ضعیف حدیث پر عمل مطلقاً ناجائز ہونا قطعی  
باطل ہے۔ ہاں ایسی ضعیف حدیث جس کی سند متروک،  
ساقط، کذاب اور متهم رواۃ سے خالی نہ ہو وہ شدت ضعف کے  
باعث لائق عمل نہیں ہوتی جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے  
بیان کیا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث کے متعلق اگرچہ بعض علماء نے  
ضعف کی صراحت کی ہے لیکن ان میں سے کسی نے اس کے  
ضعف کی شدت کی صراحت نہیں کی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ  
قابلیت احتجاج سے خارج ہو جائے یا اس پر عمل کو روک دیا  
جائے۔“ [ایضاً، ص: ۱۴۱]

### شرائط قبول کا علمی جائزہ:

چوں کہ علامہ شیخ محمد جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ ”یہ



یسندرج لهذا الحديث تحته“ سے مراد یہ ہے کہ فی الحقیقت عمل اس ضعیف حدیث پر نہیں ہوگا بلکہ اس اصل عام یا اصل شاہد پر ہوگا جس کے تحت وہ درج ہے۔ اگر کوئی ضعیف حدیث کسی اصل عام کے جس پر عمل وارد ہے، کے تحت داخل نہ ہو تو محض اس کی موجودگی سے عمل درست قرار نہ پائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ اس شرط کے مطابق ضعیف حدیث پر عمل محض شکلی و ظاہری ہے حقیقی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

**تیسری شرط خود ضعیف حدیث پر عمل ترک کرنے کی متقاضی ہے:**

اس سلسلہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ ”ضعیف حدیث پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کے بجائے احتیاط کا اعتقاد رکھنا چاہیے“ تاکہ نبی ﷺ کی جانب کسی ایسی بات کا انتساب نہ ہو جسے آپ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا ہے۔ یہ شرط احتیاط بذات خود اس بات کی متقاضی ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل نہ کیا جائے بلکہ دوسرے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو بھی اس سے روکا جائے کیوں کہ

①..... جو حدیث ضعیف ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے بلکہ بقول علامہ شیخ محمد بن لطفی الصباغ ”غالب گمان اس بات کا ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کا کلام ہی نہ ہو۔“ [الحديث النبوي للصابغ، ص: ۲۳۳]  
تو اللہ کے بندوں پر کسی ایسی چیز کا لزوم کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ جس کی صحت مشکوک و مشتبہ ہے اور جس کے متعلق ہمیں یہ بھی علم نہیں ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے لیے مشروع بھی فرمایا ہے یا نہیں۔

②..... اس طرح ہم عوام الناس کا قیمتی وقت مشتبہ امور میں ضائع کر کے بہت سے ایسے اعمال سے روکنے کے مرتکب ہوتے ہیں کہ جو نبی ﷺ سے قطعی طور پر ثابت، یقینی اور اخروی صلاح و فلاح کا باعث ہیں۔

③..... عام طور پر یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ جمہور علماء جو فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر جواز عمل کے قائل ہیں خود ان احادیث کے ضعف کو نہیں جانتے تو ان سے اس کے ثبوت کے بجائے احتیاط کے اعتقاد کی توقع کس طرح کی جاسکتی ہے؟

اگر کوئی مخلص اہل علم ان کو آگاہ کرنے کی کوشش کرے کہ اس میں ضعف شدید موجود ہے تو یہ کہہ کر کنارہ کش ہو جاتے ہیں کہ ہمارے مقتدر علماء و فقہاء نے اس پر اعتماد کیا ہے یا پھر ”یعمل بالحديث الضعيف في فضائل الاعمال“ کے مزعومہ قاعدہ کا سہارا لیتے ہیں، پھر بھی اگر کوئی انھیں شرائط میں سے پہلی شرط کی طرف توجہ دلا کر ترک عمل کی دعوت دے تو عموماً ان کا جواب خاموشی ہوتا ہے۔ فاننا لله الخ

کسی اصل عام کے تحت داخل ہونے سے عمل ضعیف حدیث پر نہیں بلکہ اس اصل عام کے تحت ہوتا ہے:

اب ہم محدثین و اصولیین کی قائم کردہ دوسری شرط یعنی ”وہ ضعیف حدیث کسی اصل عام کے تحت داخل ہو“ کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس شرط کے نتیجہ میں ہر موضوع حدیث اصل نہ ہونے کے سبب خود بخود خارج ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس شرط کی وضاحت میں تحریر فرماتے ہیں:

”اس شرط سے محدثین کی مراد یہ ہے کہ عمل صرف انہی باتوں پر ہوگا جن کے متعلق نص یا اجماع سے ثابت ہو چکا ہے کہ کون سی چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور کون سی ناپسند مثلاً تلاوت قرآن، تسبیح، دعا، صدقہ، عقیق، انسانوں کے ساتھ احسان، خیانت و کذب کی کراہت وغیرہ۔ پس جب کوئی حدیث بعض مستحب اعمال کی فضیلت اور اس کے ثواب یا بعض اعمال کی کراہت اور اس کے عقاب کے متعلق مروی ہو تو اس میں مذکورہ ثواب و عقاب کی مقدار و نوعیت کے سلسلہ میں ایسی حدیث کہ جس کا موضوع ہونا غیر معلوم ہے، روایت کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے، اس لیے کہ نفس اس ثواب کی توقع یا اس عقاب کا خوف رکھتا ہے۔“ الخ [مجموع الفتاوى لابن تیمیہ

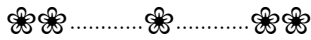
رحمہ اللہ، ج: ۱۸، ص: ۶۵، ۶۶]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی پیش کردہ یہ وضاحت اس دوسری شرط قبول کی حقیقت کو پوری طرح واضح نہیں کرتی۔ ”أن يكون الحديث الضعيف مندرجاً تحت اصل عام“ یا ”ان يكون له اصل شاهد

براہ راست اس لیے اظہار کی جرأت نہیں فرمائی کہ چند بڑے بڑے فضلاء و علماء مثلاً امام احمد رحمہ اللہ جیسے بزرگوں نے بھی ایسی ضعیف حدیث جو موضوع، مضطرب اور منکر نہ ہو اس پر عمل میں کچھ تساہل اختیار فرمایا ہے۔ لیکن حافظ وغیرہ کی صحیح حکمت عملی نے ایسے شروط پیش فرمادیے جو نہ تو ان کا پوری طرح سے ایفاء ہی ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ قابل عمل بن سکتی ہے۔“ فجر اہم اللہ خیراً

[مکتوب پیر محبت اللہ شاہ راشدی، سندھ، مؤرخہ ۱۳/۱۲/۱۹۹۱ء]  
فاضل بزرگ جناب پیر صاحب رحمہ اللہ کی رائے میں بے شک بڑا وزن ہے۔ کیوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ”فتح الباری“ کے متعدد مقامات پر بلا قید و شرط یہ صراحت مذکور ہے کہ  
”الحديث الضعيف لا يصح به الاحتجاج۔“

[فتح الباری، ج: ۱، ص: ۲۳۶]



مختصر یہ کہ ان تمام شرائط کا التزام و اہتمام ضعیف حدیث پر عمل کے جواز کے بجائے اس کو ترک کرنے کا متقاضی ہے، جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ واللہ اعلم

**فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کی شرائط قبول اور حافظ ابن حجر عسقلانی:**

اوپر تفصیل کے ساتھ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی نسبت بیان کیا جا چکا ہے کہ آں رحمہ اللہ نے ضعیف حدیث کو فضائل اعمال میں قبول کرنے کے لیے تین شرائط مقرر فرمائی تھیں۔ فاضل بزرگ جناب پیر محبت اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ اپنے مکتوب میں ان شرائط قبول سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے حافظ رحمہ اللہ کے اصل مسلک کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

”میں سمجھتا ہوں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ضعیف حدیث کے فضائل اعمال میں قبولیت کے جو شروط تحریر فرمائے ہیں وہ بھی دراصل ضعیف حدیث سے روکنا ہی مقصود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ضعیف حدیث کی عدم مقبولیت کے متعلق

## ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

- ④..... نصف صفحہ نیوز 750 روپے
- ⑤..... چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
- ⑥..... عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

- ①..... آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے
- ②..... اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے
- ③..... فل صفحہ نیوز 1400 روپے

..... ”الاعتصام“ میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ ..... اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔  
..... مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ..... ”الاعتصام“ سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

**رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ شیش محل روڈ، لاہور، فون: ۰۴۲-۷۳۵۴۲۰۶**



## مخلوط معاشرہ

ام عبد منیب

عورتوں کو عید کی نماز پڑھنے کی تاکید:

عورت کے گھر سے نکلنے کی عام حالات میں یہ حوصلہ افزائی نہیں کی گئی اور مقصد صرف ایک ہے کہ عورت مرد کی کارگاہ سے الگ رہے۔ لیکن عیدین کی نماز یا اس کے اجتماعات میں شرکت کے لیے عورتوں کو بھی تاکید کی گئی ہے۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

امرنا رسول اللہ ﷺ ان نخرجهن فی الفطر والاضحی والعواتق والمحیض وذوات الخدور فاما الحيض فيعتزلن الصلوة ويشهدن الخير دعوة المسلمين - قلت يا رسول الله ﷺ؛ احدنا لا يكون لها جلباب، قال: لتلبسها اختها من جلبابها - [صحیح مسلم، کتاب الصلوة، باب صلوة العیدین، ح: ۱۹۵۶]

”رسول اللہ ﷺ نے ہم عورتوں کو حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں جو ان عورتوں، حیض والیوں اور پردہ والیوں کو (عید گاہ) لے جائیں، حیض والی عورتیں نماز والی جگہ سے دور رہیں اور کار خیر اور مسلمانوں کی دعائیں حاضر ہوں۔“ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی عورت کے پاس بڑی چادر نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے اس کی بہن چادر اوڑھادے۔“

اسی حدیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ عورت کو عید گاہ میں ضرور جانا چاہیے اگر اس کے پاس حجاب کرنے کے لیے کوئی کپڑا نہ ہو تو وہ کسی دوسری خاتون سے لے سکتی ہے اور اس خاتون کو بھی انکار نہیں کرنا چاہیے کہ حجاب کر کے باہر نکلنا عورت کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے

عید کے اجتماع میں خواتین کی شرکت کا یہ مقصد بتایا کہ وہ اجتماعی دعائیں شامل ہوں۔ نیز اس کار خیر میں تمام مسلمانوں کے ساتھ ان کا نام بھی لکھا جائے گا۔ وہ خطبہ سن کر شرعی احکامات سے آگاہ ہوں گی۔ نیز عید کا اجتماع جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی زیادہ دشمن پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ قائم ہوگا۔

نکاح کی مجالس میں بھی اختلاط سے اجتناب:

نکاح زندگی کا بہ ظاہر ایک اہم موڑ ہوتا ہے۔ مرد اور عورت نے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی بھر ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کرنے کی اہم ذمہ داری اٹھانا ہوتی ہے۔

چوں کہ عورت کا دائرہ کار بیرونی دنیا سے ہے ہی نہیں، نہ وہ مردوں کو جانتی ہے، نہ ان سے اس کو عموماً کوئی سابقہ پڑتا ہے، لہذا وہ ان کی عادات سے بھی ناواقف ہوتی ہے، اس لیے شوہر کے انتخاب کا معاملہ کنواری لڑکی پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کے اولیاء کو پابند کیا گیا کہ وہ لڑکی کے لیے مناسب رشتہ تلاش کریں اور نکاح کے دیگر معاملات میں شوہر اور اس کے خاندان والوں سے بات طے کریں۔

اگر عورت مطلقہ ہو یا بیوہ ہو تو اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ اپنا معاملہ از خود طے کر سکتی ہے۔ لیکن نکاح کی مجلس میں حاضر ہونے کی اجازت اس کو بھی شریعت نے نہیں دی۔

نہ ہی کنواری لڑکی نکاح کے وقت مجلس نکاح میں حاضر ہو سکتی ہے۔ اس موقع پر عموماً کچھ یا کئی مرد حضرات بھی شامل ہوتے ہیں۔ دو گواہ، دلہا، نکاح خواں اور عورت کا سرپرست پانچ مردوں کی موجودگی تو لازماً ہوگی۔ پھر بھی اسے مجلس نکاح میں آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

پسند نہیں کیا کہ عورت کو بلا کر اس سے نفی کی جائے بلکہ آپ ﷺ نے اپنے نمائندے کو تحقیق مقدمہ کے لیے اس کے گھر بھیجا۔  
امام نسائی رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا حدیث اپنی سنن میں بیان کر کے یہ باب باندھا ہے:

صَوْنُ النِّسَاءِ عَنْ مَجْلِسِ الْحَكَمِ - عدالتی مجلسوں سے عورتوں کو بچانا، جس سے پتا چلتا ہے کہ محدثین بھی عورتوں کو عدالتی مجلسوں میں نہ بلانے ہی کو شرعی حیثیت سے جانتے تھے۔

### الگ الگ عدالتی مجالس

قرآن و سنت میں موجود مخلوط معاشرے سے اجتناب اور عورت کے چار دیواری میں ہی تمام امور نمٹانے کے دلائل سے فقہاء نے یہ اصول مستنبط کیا ہے کہ عورتوں کے لیے قاضی مردوں سے الگ عدالتی مجلس منعقد کرے گا اور اگر ایسا معاملہ ہو جس کا تعلق مردوں اور عورتوں دونوں سے ہو تب بھی ان کے لیے الگ الگ مجلس منعقد کرے گا۔

[الاحکام، ص: ۳۲۳ از ابوالعباس احمد بن ادریس قرآنی مالکی، حواشی شیخ عبدالفتاح الفدہ]

### گھریلو معاملات میں عورت کی گواہی معتبر ہے:

جس طرح گھر سے باہر کے معاملات اصلاً مرد کے دائرہ کار میں آتے ہیں اسی طرح گھر کی چار دیواری کے اندر پیش آنے والے امور میں سے اکثر کا تعلق خواتین سے ہوتا ہے، مثلاً رضاعت اور ولادت وغیرہ۔ لہذا ان امور میں عورت کی گواہی پر اعتماد کیا جائے گا اور صرف ایک عورت کی گواہی بھی قابل قبول ہوگی۔ کیوں کہ گھر عورت کا دائرہ کار ہے وہ اس گھر کی راعیہ ہے، وہ ربۃ البیت ہے چار دیواری میں پیش آنے والے امور کے بارے میں بہتر جانتی ہے۔

ابوسرعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اباب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا ”میں نے عقبہ کو اور اس لڑکی کو جس سے اس نے نکاح کیا ہے دودھ پلایا ہے۔“ (لہذا دونوں رضاعی بہن بھائی ہوئے) عقبہ نے کہا مجھے تو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ ہی تو نے مجھے اس بارے میں کبھی

### جج عورت کے گھر جائے گا:

عدالتی امور اور خرید و فروخت کے معاملات میں عورت کو گواہ بننے کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ عدالتی امور اور گواہی کے لیے عورت کو اپنے مرکز یعنی گھر سے باہر نکلنا پڑے گا۔ نیز نامحرموں سے اس کا واسطہ پڑے گا، ممکن ہے عین گواہی کے وقت وہ بھی طبعی لحاظ سے کسی تکلیف کے ایام میں ہو۔ لہذا اس عورت ہی کی سہولت، ہمدردی اور اسے اختلاف سے بچانے کے پیش نظر یہ قانون بنایا گیا کہ اگر کسی مقدمے میں عورت کی گواہی یا بیان لینا ناگزیر ہو جائے تو جج خود اس شریف اور حیا دار عورت کے گھر جائے گا اسے عدلت میں نہیں بلائے گا۔ یہ عورت کا وہ اعزاز ہے جو دنیا کے کسی اور مذہب یا معاشرے میں کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ نیز عدالتوں میں جرح اور پوچھ گچھ کے جو انداز ہوتے ہیں وہ مردوں کے لیے تو مناسب ہیں لیکن عورتوں کی نزاکت، فطرت اور حفظ عزت و حرمت کے لیے قطعی موزوں نہیں۔

دو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرا کنوارا لڑکا اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق اس کا فیصلہ کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے انیس نامی ایک صحابی کو عورت کے متعلق حکم دیا:

اعذ علی امرأة هذا فسألها فان اعترفت فارجمها

فاعترفت فرجمها - [بخاری، کتاب المحاربین من

اهل الکفر الرد، مسلم، کتاب الحدود، باب الزنا]

”جاؤ اس (دوسرے) شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے

دریافت کرو، اگر وہ اپنے جرم کا اعتراف کرے تو اس کو رجم

کردو، چنانچہ اس عورت نے اعتراف کر لیا اور انہوں نے

اس کو سنگسار بھی کیا۔“

غرض اس قدر اہم اور سنگین مقدمہ کے باوجود آپ ﷺ نے یہ

[مؤطا امام مالک: ۱۳۰، ۱/۳۲۸]

اجنبی مرد و عورت کا ارادہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنا حرام ہے لیکن دورانِ حج اس کی حرمت مزید بڑھ جاتی ہے گوا اجتماع عام ہونے کی وجہ سے اس میں کچھ لچک بھی ہو سکتی ہے لیکن نظر پڑ جائے تو بھی دل میں کوئی جنسی میلان یا تحریک پیدا کرنا یا اپنے نفس کو اس تحریک میں مشغول رہنے دینا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ میاں بیوی میں بھی باہمی قربت اور اس کے مظاہر میں سے کسی کو بھی راہ دینا ممنوع ہے۔ رب کریم نے فرمایا:

﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

”حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کریں نہ کوئی برا کام

کریں، نہ جھگڑا کریں۔“ [البقرة: ۱۹۷]

اگر ہجوم زیادہ ہو جائے تو اختلاط سے بچنے کے لیے عورتوں کے لیے بعض رعایتیں رکھی گئی ہیں، مثلاً: ہجوم میں وہ حجر اسود کا بوسہ نہیں لے گی۔ اس کی طرف سے اس کا محرم رمی جمار کرے گا۔ مزدلفہ سے صبح کی نماز پڑھ کر منی کی جانب جانا ہوتا ہے لیکن عورتیں اور بچے رات ہی کو مزدلفہ سے منی کی طرف جاسکتے ہیں۔ عورت کی طرف سے اس کا محرم مرد ہی منی میں قربانی کا اہتمام کرتا ہے۔

طواف کے دوران مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ صف بندی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سعی میں بھی مردوں اور عورتوں کی قطاریں الگ الگ ہوتی ہیں۔

حج میں عورت کے لیے محرم مرد کی معیت کی شرط رکھی گئی ہے تاکہ عورت غیر مردوں میں گھر جانے سے بچی رہے۔ نیز محرم مرد کی موجودگی اسے غیر مردوں کی نظروں اور دھکم پیل سے بچانے کا ذریعہ بنے گی۔

ان سب کے باوجود اگر کچھ بے احتیاطی ہو جائے تو معذوری کی بنا پر اس میں کوئی حرج نہیں۔ حج چوں کہ سال میں صرف ایک بار کیا جاتا ہے اور اکثر حج پر جانے والے زندگی میں ایک یا دو بار ہی جاتے ہیں۔ لہذا سوائے اپنے علاقے کے لوگوں کے مرد و عورت میں باہم واقفیت، بات چیت یا کسی جنسی داعیے کا پایا جانا امر محال ہوتا ہے۔ حج میں چوں کہ ہر شخص اپنی ہی ذات میں الجھا ہوتا ہے اور انتہائی تیزی سے لاکھوں کے

بتایا ہے۔ چنانچہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ نکاح کیوں کر قائم رہ سکتا ہے جب کہ ایک بات کہی گئی ہے۔ پس عقبہ نے اس لڑکی سے جدائی اختیار کر لی و اس لڑکی نے عقبہ کے علاوہ کسی اور سے نکاح کر لیا۔ [بخاری، کتاب العلم، باب حلة فی

المسئلة النازلة، ح: ۸۹]

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ہی عورت کی گواہی پر دونوں میں جدائی کرادی۔

### حج میں بھی حتی الامکان اختلاط سے پرہیز:

اگر مرد و عورت کے مخلوط اجتماع کا کچھ اشارا یا جواز ملتا ہے تو وہ حج کا موقع ہے۔ کیوں کہ دورانِ حج ایک ہی وقت میں تمام مردوں اور عورتوں نے ایک ہی جگہ پر حاضری دینا ہوتی ہے۔ نیز یہ اجتماع عہد رسالت میں ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل تھا جب کہ دورِ حاضر میں تقریباً ۵۰ لاکھ افراد کا اجتماع ہوتا ہے اور مستقبل قریب میں اس سے بھی بڑے اجتماعات ہوا کریں گے۔

حج کا یہ اجتماع بظاہر مخلوط ہوتا ہے لیکن اس میں بھی مرد و عورت کے باہم اختلاط کو روکنے اور ایک دوسرے کی طرف مائل ہونے کے محرکات پر بہت سی پابندیاں اور احتیاطی تدابیر عائد کر دی گئی ہیں۔ مثلاً: مرد و عورت کے لیے حالت احرام میں ہر قسم کی زیب و زینت ممنوع ہے۔ بال بنانا، خوشبو لگانا منع ہے۔ احرام خود فقیرانہ لباس ہوتا ہے جسے مرد استعمال کرتا ہے۔ جب کہ عورت پورا ساتر لباس پہنتی ہے لیکن وہ بھی معمولی اور سادہ، جاذبِ نظر یا زیب و زینت کا لباس پہننا حج و عمرہ کی حالت میں اس کے لیے بھی ممنوع ہے۔

عورت دورانِ حج اپنا پورا جسم چھپانے کی پابند ہے البتہ دستانے اور سلاہو انقاب نہیں پہن سکتی۔ وہ اپنا چہرہ مردوں کی موجودگی میں چادر، دوپٹے یا رومال سے چھپائے گی۔ جیسا کہ فاطمہ بنت منذر روایت کرتی ہیں کہ ہم نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے ساتھ حج کیا تو وہ حالت احرام میں غیر مردوں سے پردہ کرتی تھیں۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا:

اِنَّ اَمْرًاۤی خَرَجْتُ حَاجَةً وَاكْتَبْتُ فِی غَزْوَةٍ -

”میری بیوی حج پر جا رہی ہے اور میرا نام جہاد میں شامل ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

ارجع فحج مع امرأتك -

”تو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جا۔“ [کتاب الحج، مسلم، عن

ابن عباس، بخاری، کتاب النکاح: ۵۲۳۳]

بعض خواتین نے غزوات میں شرکت کی ہے لیکن اس میں یہ

خیال رکھا گیا کہ اس غزوے میں ان کا محرم بھی موجود ہو۔ دوسرے یہ

محدود تعداد میں خواتین تھیں۔ تیسرے وہ عملاً تلوار اٹھانے کی بجائے

پیچھے رہ کر خیموں میں مجاہدین کے لیے خوراک کا انتظام اور زخموں کی دیکھ

بھال کرتی تھیں۔ البتہ جب کبھی ضرورت پیش آ جاتی تو وہ عملاً اپنے

دفاع کے لیے اور اپنے قیدی مسلمانوں کو چھڑانے کے لیے تلوار بھی اٹھا

لیتی تھیں۔ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے

ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ میں ان کے خیموں کے پیچھے رہتی،

ان کے لیے کھانا تیار کرتی، زخموں اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی۔

[مسلم، کتاب الجہاد، باب النساء الغازیات: ۱۸۱۲ - سنن ابن ماجہ،

کتاب الجہاد: ۲۸۵۶]

یاد رہے کہ عورتوں کا ان غزوات میں شریک ہونا ایسے ہی تھا جیسے

کوئی شخص لمبے سفر کے لیے جائے اور ساتھ اپنے بیوی بچوں کو بھی لے

جائے۔ ظاہر ہے وہاں اپنی اقامت کے لیے کمرہ بنائے گا یا خیمہ لگائے گا

اور اس میں بیوی بچوں کو رکھے گا۔ خود بھی اپنی بیرونی ذمہ داری پوری

کر کے گھر ہی میں آرام کرنے آئے گا۔ یہ صورت ایسی نہیں کہ جس پر یہ

کہا جاسکے کہ عورتیں مردوں کے دوش بدوش میدان جنگ میں یا مورچوں

میں یا گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر یا ٹینکوں، جیپوں اور لڑاکا طیاروں

میں عملاً جنگ لڑتی رہیں۔

اسلام اس صورت میں عورت کو جنگ میں شمولیت کی قطعاً اجازت

نہیں دیتا۔ ہاں جب مقام جنگ دور ہو اور مرد یہ محسوس کریں کہ عورتوں کو

اجتماع میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہوتا ہے اس لیے کسی اضافی

سوچ کا ذہن میں آنا ہی محال ہوتا ہے۔ لباس کی یکسانیت کی وجہ سے

مخصوص شکل کے آدمی کا بار بار نظر آنا بھی ناممکن ہوتا ہے۔

اگر پھر بھی کسی کی نیت میں فتور آجائے تو اس بد بخت کا پورا حج

رب کریم کی طرف سے مسترد ہو جاتا ہے۔ نیز اسے یہ یاد رکھنا چاہیے

کہ حرمت والے شہر میں، حرمت والے مہینے میں اور عین حج کے ایام میں

احرام کی حالت میں اگر دل میں بد نیتی کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں تو یہ

بدترین گناہوں میں سے ہے۔

### جہاد صرف مردانہ ذمہ داری

جہاد کی اہمیت اور فرضیت ایک مسلمہ امر ہے۔ قرآن حکیم میں

تقریباً ایک تہائی حصہ جہاد ہی کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود

اسے عورتوں پر فرض نہیں کیا گیا جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس

کے لیے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ دوسرے مسلمان مردوں کے ساتھ

اختلاط ہوتا ہے۔ تیسرے کافر مردوں سے ڈبھیڑ ہوتی ہے۔ چوتھے

عورت کی جسمانی ساخت اس کی متحمل ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ اسلحہ اٹھا کر

دشمن کے مقابلے کے لیے میدانوں، پہاڑوں، جنگلوں، دریاؤں اور

سنگلاخ و دشوار راہوں کو طے کرے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالٌ

فِيهِ، الْحُجُّ وَالْعُمْرَةُ - [سنن ابن ماجہ، کتاب

المناسک، باب الجہاد النساء، رقم الحدیث: ۲۰۹۱]

”کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ان

پر بھی جہاد فرض ہے لیکن لڑائی والا جہاد نہیں، ان کا جہاد حج اور

عمرہ ہے۔“

ایک بار نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَخْلُونَ رَجُلًا بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذُو مَحْرَمٍ -

”کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ملے اگر محرم ساتھ

ہو پھر ٹھیک ہے۔“

”جن عورتوں کے پاس محرم مرد نہ ہوں (ضرورت کے وقت بھی) ان عورتوں کے پاس مت جاؤ کیوں کہ شیطان آدمی کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔“

عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک مرد اجنبی عورتوں کے درمیان گدا بچھا کر بیٹھا ہوا عورتوں کی باتیں دلچسپی سے سن رہا تھا۔ ایک آدمی کا ادھر سے گزر ہوا، اس شخص نے اس کو اتنا مارا کہ وہ زخمی ہو گیا۔ زخمی ہونے والا شخص اپنی شکایت لے کر عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس آدمی نے مارا تھا، اس نے کہا: ”یہ شخص اجنبی عورتوں میں بیٹھا دلچسپی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے قابو نہ رہا (کیوں کہ یہ شخص ایک کمینی حرکت کر رہا تھا) اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے مارنے والے شخص کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس کا یہ عمل سراہتے ہوئے فرمایا:

اما انت ايها الضارب فير حمك الله واما انت ايها المضروب فاصابتك عين من عيون الله - [مصنف عبدالرزاق: ۱/ ۴۱۰ فقہ عمر، عنوان حجاب، ص: ۳۷۵]

”اے مارنے والے اللہ تجھ پر رحم کرے اور اے مار کھانے والے تجھے اللہ کی آنکھوں میں ایک آنکھ پہنچ گئی ہے۔“

عمر رضی اللہ عنہ نے مارنے والے شخص کو حق پر قرار دیا اور اسے مارنے پر کوئی سزا نہیں دی اور جس شخص کو مارا گیا تھا اسے سزا نہیں کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے نگران میں سے ایک نگران نے تجھے اس حالت میں دیکھ لیا۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں بھی کوئی منکر (برا کام) ہوتے دیکھے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ یا اپنی زبان سے روکے۔ نیز جہاں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نظر آئے فوراً اس پر نکیر کرے تاکہ معاشرے میں بے حیائی اور بد اخلاقی کے جراثیم نہ پھیلیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ولیمہ کیا تو ابھی حجاب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ ولیمے کی دعوت کھا کر کچھ مرد آئے۔ آپ ﷺ گھر میں بیٹھے باتوں میں لگ گئے۔ یہ بات

ساتھ لے جا کر پیچھے اقامت گاہوں میں رکھا جائے اور ان کی گھریلو کاموں کی مہارت اور مدد سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ درست ہے جیسے آج کل بیماروں اور زخمیوں کو ہسپتالوں میں بھیج دیا جاتا ہے تب ہسپتال کی بجائے گھر ہوتے تھے۔ ایسی صورت میں جنگ جو مرد میدان جنگ میں رہتے اور عورتیں، بچے، کمزور مرد یا عذر والے پیچھے اقامت گاہوں میں رہ کر ان زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے۔ نیز فوج کی دیگر ضروریات کی فراہمی کے سلسلے میں ان کی مدد کرتے۔

### میت کی تدفین اور عورتوں کے لیے حکم:

میت کی تدفین سے متعلق تمام امور کا تعلق مرد سے ہے، عورت پر اس قدر ذمہ داری ہے کہ عورت میت ہو تو اس کو غسل اور کفن وغیرہ دے۔ جب کہ شریعت اسلامیہ نے قبر کی کھدائی، جنازہ لے کر جانا، نماز جنازہ ادا کرنا، میت دفن کرنا یہ سب امور مرد کے ذمے لگائے ہیں۔ کیوں کہ ان سب امور کا تعلق گھر کی چار دیواری سے نہیں بلکہ باہر کی دنیا سے ہے اور باہر کی دنیا کا منتظم اور کارکن مرد ہے۔ شریعت نے عورت پر بوجھ ڈالا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی پسند نہیں کیا کہ عورتیں جنازے کے ساتھ جائیں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا -

”ہمیں جنازوں کے ساتھ چلنے سے روک دیا گیا لیکن اس معاملے میں ہم پر سختی نہیں کی گئی۔“ [صحیح بخاری، کتاب الجنائز]

### مرد کے عورتوں میں گھس کر بیٹھنے کی ممانعت:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”اگر میرے گھر میں شیطان ہم نشین ہو تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ نامحرم عورت میری ہم نشین ہو۔“ [آثار ابی یوسف فقہ عبداللہ بن مسعود، ص: ۲۰۶]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تلجوا على المغيبات فان الشيطان يجرى احدكم مجرى الدم - [صحیح مسلم، کتاب السلام۔ سنن ترمذی، کتاب النکاح]



دونوں کے لیے اس طرح جدا جدا حصے بنائے جائیں کہ دونوں میں نہ تو اختلاط ہو اور نہ ہی نظر اور آواز کے فتنوں کا کوئی امکان ہو۔

الحمد للہ سعودی عرب میں ہر عوامی جگہ پر عورتوں اور مردوں کے لیے الگ الگ انتظام ہے۔ پاکستان میں بھی جزوی طور پر ایسی کچھ جگہیں ہیں جہاں مردوں اور عورتوں کا الگ الگ انتظام کیا گیا ہے۔

### سربراہ مملکت کا فرض:

اسلامی حکومت کے سربراہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ملک کی کسی بھی جگہ یا کسی بھی سطح پر مخلوط ماحول نہ بنے دے اور جہاں بھی اس قسم کا منظر نظر آئے تو فوراً سرزنش کر کے حکماً اسے منتشر کر دے۔

جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعض اقدامات مخلوط معاشرے سے بچنے کے لیے حکماً کیے۔ اگر کوئی سربراہ ایسا نہیں کرتا تو وہ اپنے ملک کے عوام میں فتنہ پھیلانے کا باعث بنے گا جب کہ اللہ نے اسے فتنے ختم کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

### عورت کا جلوس نکالنا:

اللہ تعالیٰ نے عورت کو گھر میں ٹکے رہنے کا حکم دیا ہے اور اشد ضرورت کے بغیر اسے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی، نماز اور حج جیسی اہم عبادات میں بھی بہت سی شرطوں کے ساتھ اسے اجازت دی گئی ہے۔

جب کہ دورِ حاضر میں جلوس نکالنا مغربی طرزِ سیاست کا ایک حصہ ہے، اسلامی طرزِ سیاست اس کا کوئی میل نہیں ہے۔ لہذا عورت کے لیے سڑکوں پر جلوس نکالنا، نعرے لگانا، پلے کارڈ اور بینر پکڑ کر سڑکوں پر مارچ کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ گزشتہ سطور میں جتنے بھی حوالے دیے گئے وہ سب ایسے کاموں کی نفی کرتے ہیں۔

### مخلوط معاشرے کے مغرب پر اثرات:

مغربی معاشرہ چوں کہ مسلمان ہی نہیں اس کا اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت میں دوبارہ اٹھنے کا یقین۔ لہذا اس نے وہ تمام حدود توڑ دی ہیں جو کسی معاشرے میں اخلاق کی اعلیٰ اقدار کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ انہوں نے عورت کو آزادی دینے کے نام پر ہر جگہ اجنبی مردوں

رسول اللہ ﷺ کو ناگوار گزری لیکن لحاظ کے بارے انہیں کچھ نہیں کہا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل کر کے اہل ایمان کو حجاب کا حکم دیا۔

### عام تقریبات بھی الگ الگ:

دورِ حاضر میں بھی عام تقریبات میں مرد اور عورتیں ایک ہی جگہ پر بٹھائے جاتے ہیں۔ نیز عورتیں حجاب کرتی ہیں اور نہ ہی مرد احتیاط کرتے ہیں۔ شرعاً ایسی تقریبات کا انعقاد ہی حرام ہے اور ان میں شمولیت کرنا بھی درست نہیں۔ البتہ جن تقریبات میں مردوں اور عورتوں کی مجلسیں الگ الگ ہوں ان میں شرکت کی جاسکتی ہے۔

لوگ اکثر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ الگ الگ انتظام کرنا مشکل ہے یا اس کے اخراجات زیادہ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے عرض ہے کہ ہماری موجودہ دور کی تمام تقریبات نہ فرض ہیں نہ واجب، بلکہ ہم اپنی خوشی سے اور اپنی مرضی سے ان کا انعقاد کرتے ہیں۔ اسلام نے ہمیں ان کے لیے نہ تو حکم دیا نہ مجبور کیا۔

اسلام نے صرف عیدین کے اجتماع میں شرکت کے لیے مردوں کو بھی نماز ادا کرنے کا پابند کیا ہے اور عورتوں کو خاص تاکید کی ہے کہ وہ عیدین کی اجتماعی دعا میں شرکت کریں۔ خطبہ سنیں اور کافیر میں شریک ہوں۔ نیز رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس کا انداز یہی تھا کہ مرد الگ تھے اور خواتین کا ان سے ہٹ کر الگ انتظام کیا گیا تھا۔

عام تقریبات میں عورتوں اور مردوں کے آنے اور جانے کے دروازے اور راستے الگ الگ رکھے جائیں تاکہ اختلاط نہ ہو، جس کی دلیل مسجد نبوی کے الگ الگ دروازے سے ملتی ہے۔

### عام عمارات اور عوامی جگہیں بھی الگ الگ:

مسلمان سربراہ مملکت ہو یا امیر شہر یا کوئی عوامی جگہ تعمیر کرنے اور اس کا نقشہ بنانے اور اس کے جملہ امور کا منتظم اور نگران، سب کا اپنی اپنی جگہ یہ فرض ہے کہ وہ عورتوں اور مردوں کے لیے ان جگہوں میں الگ الگ اور باپردہ انتظام کریں جیسے انتظار گاہیں، بیت الخلاء، دفاتر، پٹرول پمپ، ہوٹل، ہسپتال، کنویں، وضو کی جگہیں، پارک، بس اسٹاپ، شادی گھر، ریلوے اسٹیشن، ہوائی جہاز میں نشستوں کا انتظام وغیرہ سب جگہ

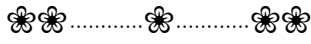
پاتے ہیں اور اگر شہید ہوتے ہیں تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں جہاں ان کو روزی ملتی ہے۔ پس ہمارا کون سا عمل ان کے اس عمل کے برابر ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

طاعة ازواجہن والمعرفة بحقوقہن - [مسند احمد]

”اپنے شوہر کی اطاعت اور ان کے حقوق کی پہچان۔“

لگتی ہے کلی کتنی بھلی شاخ چن پر ہاتھوں میں پہنچ کر کوئی قیمت نہیں رہتی مردوں کے اگر شانہ بہ شانہ رہے عورت کچھ اور ہی بن جاتی ہے عورت نہیں رہتی



### طلباء کے لیے خوش خبری

نئے سال کا تحفہ دینی و دنیوی معلومات کا خزانہ المسلم ڈاڑی قرآن و حدیث سے مزین، قیمت ۲۰۰ روپے، طلباء کے لیے ۱۰۰ روپے اور وادی سون کے طلباء کے لیے فقط ۶۰ روپے میں، جلد منگوائیں۔  
ملک عبدالوہاب اعوان، پوسٹ بکس نمبر 54، جوہر آباد خوشاب  
فون: 0334-7533601 - 0333-6813820

### ضرورت رشتہ

31 سالہ لڑکی، اعوان برادری، تعلیم ایف اے، قد 5 فٹ، صوم و صلوٰۃ کی پابند، سادہ مزاج مسلک اہل حدیث کے لیے ترجیحاً دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کا باروزگار ہونا اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہونا لازمی ہے۔ رابطہ: 0344-6084317

### حضرت مولانا عبداللہ گورداس پوری کا خطبہ جمعۃ المبارک

حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری ﷺ، مورخہ ۱۸ دسمبر ۲۰۰۹ء کا خطبہ جمعۃ المبارک مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بلاک ۱۹ سرگودھا میں پڑھائیں گے۔

[عرفان اللہ ثنائی، سرگودھا]

کے درمیان لا کھڑا کیا ہے۔ چنانچہ فوج، پولیس، عدلیہ، دفاتر، دکانیں، ہسپتال، انجینئرنگ، سیاست، فیکٹریاں، زرعی فارم، مویشی فارم، تعلیم، صنعت و حرفت، آرٹ، سائنس، غرض کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جس میں عورت مردوں ہی کی طرح مردوں کے ساتھ ساتھ شامل نہ ہو۔ اس صورت حال نے مغربی دنیا کو درہم برہم کر دیا ہے۔ مخلوط ماحول کی وجہ سے وہاں ناجائز بچوں کی تعداد جائز بچوں کی تعداد سے کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ چھ اور سات سال کے بچے جنسی تجربے کر رہے ہیں۔ مائیں بچے کو پیدا ہوتے ہی یا تو گٹر میں پھینک دیتی ہیں یا زہر سینگ ہوم کے سپرد کر دیتی ہیں۔ رہے باپ تو وہ بچوں کی ذمہ داری اٹھاتے ہی نہیں۔ ماں بیٹے، بہن بھائی، باپ بیٹی، استاد شاگرد کے رشتوں کا تقدس ختم ہو چکا ہے۔ وہاں لوگ اپنے بچوں کی بجائے کتوں اور بلیوں کو زیادہ شفقت، محنت اور دولت خرچ کر کے پال رہے ہیں۔

ہم جنس پرستی اور جانوروں کی طرح بر بندر ہنا عام ہے۔ یہ سب صرف اس لیے ہوا کہ انہوں نے اجنبی مرد اور عورت کے درمیان حجاب کی جو حد فاضل تھی اسے توڑ دیا۔ اور عورت کو گھر سے نکال کر مرد کی طرح باہر لے آئے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

المرأة عورة إذا خرجت استشر فہما الشیطن -

”عورت پوشیدہ رکھی جانے والی چیز ہے جب وہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔“

[سنن ترمذی، ابواب الرضاع]

مسلمان خواتین مخلوط معاشرے کے مہلکات سے بخوبی واقف تھیں۔ وہ جہاد اور تبلیغ جیسے بلند اور افضل اعمال میں شمولیت تو چاہتی تھیں لیکن اپنے محبوب ﷺ کے حکم پر سرخم کر دینے میں اپنی عافیت کا یقین رکھتی تھیں۔

ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، اللہ نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے۔ اگر وہ فتح یاب ہوتے ہیں تو مال غنیمت

## سیرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

### زبیدہ بی بی

#### فیاضی اور سیر چشتی:

فیاضی اور سیر چشتی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خاص وصف تھا۔ مدینہ منورہ میں اپنا مکان اپنے غلاموں کو کوئی معاوضہ لیے بغیر دے دیا تھا۔ اپنا مال بے دریغ خدا کی راہ میں لٹاتے رہتے تھے۔ صدقہ و خیرات کرنے میں روحانی مسرت محسوس کرتے تھے۔ ایک دفعہ مروان بن الحکم نے انہیں سودینا بھیجے۔ انہوں نے سب کے سب اللہ کی راہ میں دے دیئے۔ دوسرے دن مروان نے انہیں کہلا بھیجا کہ کل جو دینار آپ کو بھیجے تھے وہ کسی اور کے لیے تھے۔ غلطی سے آپ کو چلے گئے یہ دینار واپس بھیج دیجیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغام لانے والے کے ذریعے جواب دیا کہ وہ دینار میں نے کسی (حاجت مند) کو دے دیئے۔ انہیں میرے وظیفے سے وضع کر لیجیے گا۔ دراصل مروان کا مقصد صرف ان کو آزمانا تھا۔

اپنے مہمانوں کے ساتھ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رویہ ایسا ہوتا کہ وہ اپنے دوران قیام میں خوش خوش رہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خوش طبعی (ہنسی مذاق) کی باتوں میں سے مہمانوں کا دل موہ لیتے اور ہمیشہ ان کی خوش اخلاقی اور شکفتہ مزاجی کو یاد رکھتے۔

#### حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی علمی زندگی:

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی علمی زندگی ان کی کتاب سیرت کا جلی عنوان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تحصیل علم کا شوق ان کی فطرت میں ودیعت کیا تھا۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کے بعد انہوں نے جس ذوق و شوق سے

#### سادگی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا دوسرا دور آسودگی اور خوش حالی کا تھا۔ لیکن وہ فطرتاً سادہ مزاج تھے اور اس دور میں بھی اپنی سادگی قائم رکھی۔ مدینہ کی امارت کے زمانے میں شہر سے نکلتے تو گدھا سواری میں ہوتا۔ اس پر مندے کا پالان کسا ہوتا تھا اور اس کی لگام کھجور کی چھال کی ہوتی تھی۔

ماضی میں انہوں نے جو سختیاں جھیلی تھیں اور تنگ دستی کا جو زمانہ گزرا تھا اس کو کبھی نہ چھپاتے تھے اور بے تکلفی کے ساتھ لوگوں کو اپنے زمانہ عسرت کے حالات سنایا کرتے تھے۔

#### حق گوئی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حق بات کہنے میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ مروان بن الحکم کی امارت مدینہ کے زمانے میں (غلہ کھجور وغیرہ کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں) ہنڈی کا رواج چل پڑا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو فوراً مروان کے پاس گئے اور اس سے کہا تم نے سود کو حلال کر دیا۔ اس نے کہا، معاذ اللہ میں ایسا کیوں کرنے لگا؟ انہوں نے فرمایا تم نے ہنڈی کو رائج کیا۔

حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے اشیاء خوردنی کی اس وقت تک فروخت کی ممانعت فرمائی ہے جب تک پہلا خریدار اس کو ماپ نہ لے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد سن کر مروان نے ہنڈی کے ذریعے غلہ وغیرہ کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا۔



علم حاصل کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

### وسعت علم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وسعت علم کے بارے میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو علم کا تھیلہ یا ظرف قرار دیا۔ ”علم“ میں ہر قسم کے علوم (قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ شامل ہیں) یہ درست ہے کہ ان کا شمار صحابہ کے کبار ائمہ حدیث میں ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دوسرے علم دینی میں دسترس نہیں رکھتے تھے۔ فی الحقیقت علم حدیث کے علاوہ وہ دوسرے علوم دینی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مادری زبان عربی تھی۔ اس کے علاوہ وہ فارسی زبان بھی جانتے تھے اور اس میں روانی سے گفتگو کر لیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام کے بعد دوسرے مذاہب سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ان کو تورات کے مسائل سے کافی واقفیت تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

”میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو

تورات کو پڑھے بغیر اس کے مندرجات سے آگاہ ہو۔“

لکھنے پڑھنے میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سی احادیث اپنے ہاتھ سے لکھ کر (یا اپنے شاگردوں کو املا کروا کر) ان کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو ایک یا کئی جلدوں میں محفوظ تھا۔

### مرویات ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوبتر ۱۵۳۷۴ احادیث مروی ہیں۔ یہ احادیث کسی خاص شعبہ زندگی ہی سے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ دین کے تمام احکام و مسائل اور آداب و اخلاق پر محیط ہیں اور عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، فقہ، جہاد، مناقب، رفاق، ذکر و تسبیحات، سیرت و مغازی وغیرہ ہر باب میں ان کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔

### اساتذہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے استاد خود رسول اکرم

تھے۔ اس لیے ان کی اکثر روایات مرفوع ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ متعدد صحابہ کرام سے بھی روایات کی ہیں۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت اسامہ بن زید، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابی بن کعب، حضرت کعب بن عجرہ بن الحضری، حضرت زید بن ثابت، حضرت فضل بن عباس، حضرت خرم بن فاتک اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل ہیں۔

### رواۃ اور تلامذہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے رواۃ اور تلامذہ کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو سے زیادہ راویان حدیث نے استفادہ کیا۔ ابن ابی حاتم اور ابن حبان نے ان کے رواۃ اور تلامذہ کی کوئی معین تعداد نہیں بتائی البتہ یہ ضرور لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسب فیض کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان کے رواۃ و تلامذہ میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (بشمول صحابیات) کے علاوہ کثیر التعداد ائمہ تابعین اور جدید علمائے حدیث و فقہ شامل ہیں۔

### اشتیاق حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سننے کا اس قدر شوق تھا کہ اس کی کوئی حد نہ تھی۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد انہوں نے ہمیشہ یہی کوشش کی کہ سفر ہو یا حضر وہ اپنے وقت کا زیادہ سے زیادہ حضرت بارگاہ رسالت میں گزاریں۔ یوں ایک طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت حاصل کریں اور دوسری طرف زیادہ سے زیادہ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر لیں۔ اس شوق کے سامنے دنیا کا مال و زر ان کی نظروں میں نہیچ تھا۔ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مالی غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ لوگ مانگ مانگ کر بھی اپنا حصہ لے جا رہے تھے لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارے ساتھی مالِ غنیمت کا سوال کرتے ہیں تم کیوں اس کا سوال نہیں کرتے؟“

انہوں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے اس علم کا سوال کرتا ہوں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ”میں نے تین سال رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں گزارے۔ ان تین سالوں سے بڑھ کر میری زندگی میں کوئی ایسا وقت نہیں آیا جس میں مجھے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو سمجھنے اور یاد کرنے کا زیادہ ذوق و شوق ہو۔“

### اشاعت حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعض اوقات حدیث کی اشاعت اس طرح بھی کرتے تھے کہ کسی کو کوئی خلاف سنت کام کرتا دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور بتاتے کہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کا حکم (یا طریقہ) یہ ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ ابو الشعثاء سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مسجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اذان کہی ہم میں سے ایک آدمی مجلس سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔ (کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر جانے کی ممانعت فرمائی۔)

ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک خاتون ملی۔ اس کے پیراہن سے خوشبو کی لپٹ آرہی تھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کیا تم مسجد سے آرہی ہو؟ اس نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا مخصوص مسجد کے لیے خوشبو لگائی تھی؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ عورت جو مخصوص مسجد جانے کے لیے خوشبو لگاتی ہے اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک کہ غسل نہ کر ڈالے۔ (یعنی غسل کر کے خوشبو کو دھو نہ ڈالے۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث نبوی ﷺ کی نشر و اشاعت اس لیے نہیں کرتے تھے کہ لوگ انہیں بڑا عالم یا حافظ حدیث کہیں بلکہ وہ صرف رضائے الہی کی خاطر ایسا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم اگر قرآن میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔

﴿ان الذين يكتُمون ما اُنزلنا من البينات والهدى من بعد ما بينه للناس في الكتاب اولئك يلعنهم الله ويلعنهم الاعنون﴾

”بے شک جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے ان کو اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ ایسوں پر لعنت اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والے لعنت بھیجتے ہیں۔“

### غیر معمولی قوتِ حافظہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ذہانت و فطانت کے ساتھ غیر معمولی قوتِ حافظہ بھی عطا کی تھی۔ شروع شروع میں رسول اکرم ﷺ کے بعض ارشادات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذہن سے محو ہو جاتے تھے۔ یہ بات ان کے لیے سوہانِ روح تھی۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ ایک دن میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

”یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے بہت روایات سنتا ہوں لیکن (حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے) آپ ﷺ کے (بعض) ارشادات بھول جاتا ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”چادر بچھاؤ۔“ میں نے چادر بچھائی تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے لپ بنا کر اس چادر میں ڈال دی۔ پھر فرمایا اس چادر کو لپیٹ کر اپنے سینے سے لگاؤ، میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد میں کبھی آپ ﷺ کا کوئی ارشاد نہیں بھولا۔

حافظ ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

”جو شخص چادر پھیلائے گا یہاں تک کہ میں بات ختم کروں اور پھر اس کو لپیٹ لے تو یہ شخص کبھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے چادر پھیلائی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات ختم کی۔ بس میں نے چادر کو لپیٹ لیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کے بعد کوئی روایت (رسول اللہ ﷺ کی فرمائی ہوئی کوئی بات) مجھے نہیں بھولی۔

### بعض احادیثوں کا انفاء:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے راوی حدیث ہیں۔ اس کے باوصف اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے (مجموعی طور پر) جو احادیث رسول اکرم (یا آپ ﷺ کے صحابہ) سے سنیں وہ ان کی مرویات کی معلوم اور مشہور تعداد ۵۳۷۴ سے کہیں زیادہ ہے۔ جو روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان نہیں کیں ان کی تعداد کسی نے بیان نہیں کی۔ اس سلسلے میں خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث مروی ہیں۔

ایک روایت میں کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو تھیلے سیکھے (یعنی دو قسم کے علوم) ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ زرخرہ کاٹ ڈالا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا اگر وہ بتا دیتے کہ خانہ کعبہ کو گرا دیا جائے گا یا جلا دیا جائے گا تو لوگ اس بات کو ہرگز تسلیم نہ کرتے۔

### حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحیثیت مفتی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صرف ایک عظیم راوی حدیث ہی نہیں تھے۔ بلکہ اپنے دور کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ حافظ ذہبی کا قول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ علم کا ظرف تھے اور صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔

ایک اور روایت میں زیاد بن مسینا کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ ابن

عباس، ابن عمر، ابوسعید خدری، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام مدینہ منورہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

ابن حزم کا قول ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں جو فتویٰ دینے میں متوسط تھے۔

مختصر یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بہت سے اکابر صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دینا قوی شواہد سے ثابت ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ سا لہا سال تک دینی مسائل میں فتویٰ دیتے رہے حالانکہ اس وقت اکابر صحابہ کی ایک بڑی جماعت بقید حیات تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ صحابہ و تابعین کے اقوال کی روشنی میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے صحابی اور اصحاب صفہ کے مقدس جماعت کے ایک معزز رکن تھے۔ صحابہ کرام وہ نفوس قدسی ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا۔

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

”وہ مہاجر اور انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ رہیں گے یہی وہ عظیم الشان کامیابی ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوی ﷺ میں جو مقام حاصل تھا اور جس طرح آنحضور ﷺ کا سحاب لطف و کرم ان پر جھوم جھوم کر برستا

تھے اور صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔  
 ⑨..... امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو اصحاب علم نے استفادہ کیا۔ وہ اپنے عہد میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔

⑩..... حافظ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔

⑪..... حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حفظ و اتقان، امانت و دیانت، زہد و عبادت اور عمل صالح کا زندہ پیکر تھے۔ انہوں نے بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں۔ ان کا شمار حفاظ حدیث صحابہ کے زمرہ میں ہوتا ہے۔  
 ان تمام آراء سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔

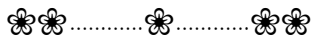
#### مرض الموت اور وفات:

پہلی صدی ہجری کے ساتویں عشرے کے اواخر میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے۔ یہاں تک کہ جانبری کی امید نہ رہی لوگ عیادت کے لیے آتے تو وہ اسی حالت میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے۔

اسی وقت مروان بن الحکم ان کی عیادت کے لیے آیا اور ان کے لیے دعائے صحت کی تو فرمایا:  
 اے اللہ! میں تیری ملاقات کا آرزو مند ہوں تو بھی میری ملاقات پسند فرما۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مروان اٹھ کر ابھی روئی کے بازار تک بھی نہ پہنچا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیک اجل کو بلک کہا۔

انا لله وانا اليه راجعون -  
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عمر وفات کے وقت اسی برس سے اوپر تھی۔



تھا اب ہم چند صحابہ امت کی آراء یہاں بیان کرتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوگا کہ ان بزرگوں کے نزدیک روایت حدیث اور علم و فضل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔

①..... ایک روایت میں ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:  
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہم نے بھی سنا مگر ہم بھول گئے اور اس نے یاد رکھا۔

②..... فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ہم سے زیادہ صحبت نبوی میں رہے اس لیے ہم سب سے بڑھ کر حدیث کے عالم ہیں۔

③..... سید القراء حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

ابو ہریرہ بڑے جری تھے اور رسول اللہ ﷺ سے وہ باتیں بھی پوچھ لیا کرتے تھے جن کی دریافت کرنے کی ہم کو جرأت نہ ہوتی تھی۔

④..... ایک دفعہ ایک شخص نے حبر الامتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ حضرت ابن عباس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اس کو جواب دیجیے بڑا مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا گیا ہے۔

⑤..... حبر الامت کاتب الوحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو۔

⑥..... اعمش رحمہ اللہ ابوصالح السمان سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے افضل ہیں۔ بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ سب سے بڑھ کر حافظ حدیث ہیں۔

⑦..... امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔

⑧..... علامہ ذہبی کا قول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ علم کا ظرف

# وقت کی بربادی

مولانا عبدالغفار حسن

ہو جاتے ہیں۔ دو بجے سے شروع کیا جائے، تب بھی ہمارا بہت ساقیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ سکتا ہے۔ یا ایسا کیا جائے کہ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس کھیل کی نمائش ختم کر دی جائے صرف شام کو نتیجہ سنایا جائے۔

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان کے قدم اللہ تعالیٰ کے دربار سے ہٹ نہ سکیں گے تاوقتیکہ پانچ باتوں کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کی بہاریں کہاں لٹائیں؟ اور اس کی توانائیاں کہاں صرف ہوئیں؟ اور عمر کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی کہ اس کے لمحات کہاں خرچ کیے؟

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہے اس کے لمحات یا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں صرف ہوں یا اس کام میں جو عبادت و اطاعت کے لیے باعث تقویت ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پرس سے ڈرتے ہوئے ملک کے ذمہ دار افراد کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کے کھیل کی حوصلہ افزائی نہ کریں، اور جہاں تک ہو سکے اس کے اوقات کو کم کیا جائے، اور اس کی کمٹری کو محدود سے محدود تر کر دیا جائے بلکہ بالکل ختم کر دیا جائے۔ خاص طور پر جمعہ کے تقدس کو اس کھیل کی وجہ سے مجروح نہ کیا جائے۔

اس سے انکار نہیں کہ جمعہ کے وقت کچھ دیر کے لیے کھیل روک دیا جاتا ہے، اور تھوڑا بہت نماز جمعہ کے لیے انتظار بھی کیا جاتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ تماشائیوں کی بڑی تعداد کھیل کے انتظار میں اپنی اپنی سیٹوں پر براجمان ہوتی ہے۔ یہ کتنا افسوس ناک منظر ہے کہ محض کھیل کی خاطر جمعہ کی فرض نماز نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ کیا یہ صورت حال تحریک اقامت صلاۃ کے منافی نہیں ہے؟ اگر جمعہ کا ناغہ نہیں ہو سکتا تو کم سے کم یہ تو کیا جائے کہ جمعے کے دن نوبے کھیل شروع ہو اور ساڑھے بارہ بجے ختم کر دیا جائے اور کوشش یہ کی جائے کہ پانچ دن کھیلنے کی بجائے صرف ایک دن والا منہج رکھا جائے اور وہ بھی اس طرح کہ اس کو دو دن میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح قوم کے نوجوانوں کا وقت بھی کم سے کم ضائع ہوگا۔

آئندہ کوشش اس بات کی کی جائے کہ آہستہ آہستہ اس کھیل کی حکومت کی سطح پر حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ بلکہ ایسے کھیلوں کو ترقی دی جائے جن سے جہاد کی تیاری میں مدد مل سکے۔ وما علینا الا البلاغ

انگریزی سامراج جاتے جاتے اپنی منحوس ثقافت اور کھیل کود کے بہت سے نشان چھوڑ گیا ہے۔ ان میں سے ایک کھیل وہ ہے جو صبح سے شام تک پانچ دن جاری رہتا ہے۔ جس کو دیکھنے کے لیے مقامی طور پر ایک دن کی چھٹی کر دی جاتی ہے، اور باقی دنوں میں براہ راست دیکھنے والوں کے علاوہ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے بہت سے نوجوان اس کھیل کو دیکھنے یا سننے میں سرشار رہتے ہیں۔ نہ دفنوں میں کام ہوتا ہے اور نہ درس گاہوں میں تعلیم کا سلسلہ یکسوئی سے جاری رہتا ہے۔ بس جس کو دیکھو یا تو اس کے کان ریڈیو پر لگے ہوئے ہیں، یا آنکھیں ٹی وی پر جمی ہوئی ہیں۔ یہ صورت حال انتہائی افسوس ناک ہے۔ کیا ہماری قوم اس آیت کا مصداق تو نہیں بن جائے گی؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوَإِذَا أُقْرِئُوا الْقُرْآنَ أَنْ يَتَذَكَّرُوا أَلَّا يَكُونُوا مُعْجِزِي اللَّهِ﴾ [الاعراف: ۹۸]

”کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں، کہ ان پر ہمارا عذاب آئے دن دہاڑے، جب کہ وہ کھیل کود میں مشغول ہوں۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دن دہاڑے اور دن چڑھے کھیل کود میں مصروف رہنا عیاش اور نافرمان قوم کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار قوم کبھی بھی اس وقت کی بربادی کو اپنا مشغلہ نہیں بنا سکتی۔ ایک دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ [النبا: ۱۱]

”یعنی ہم نے دن کو معاش کے لیے بنایا ہے۔“

مطلب یہ ہوا کہ دن کا وقت خاص کر زوال سے پہلے کا وقت کاروبار یا دوسرے معاشی مشاغل کے لیے رکھا گیا ہے۔ اسی بنا پر زوال آفتاب تک فرض نماز نہیں مقرر کی گئی تاکہ لوگ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنی معاشی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ قوم کی اکثریت اس کھیل کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے۔

یہ کھیل انگریز کے ملک میں پایا جاتا ہے، یا پھر ان ممالک میں جو انگریز کے زیر اثر رہے ہیں۔ جرمنی، فرانس، امریکا، روس، چین، خاص طور پر عرب ممالک کہیں بھی اس کھیل کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ اس کھیل سے تو وہ کھیل اچھے ہیں، جو عام طور پر شام کو کھیلے جاتے ہیں اور ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں ختم



# تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

نماز میں عدم پابندی کا انجام اور تارک نماز کا حکم

تالیف: مولانا محمد منیر قمر

ضخامت: ۷۴ صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سمبٹر یال سیالکوٹ

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اسلام کے ارکان خمسہ میں سب سے اہم ترین رکن نماز ہے۔ اس کی رکنیت و فرضیت کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث میں اس کے بہت سے فضائل و برکات وارد ہوئے ہیں۔ نماز ایک ایسا فریضہ ہے جس کی ادائیگی سے نمازی بہت سے روحانی و مادی فوائد و ثمرات سے بھی نوازا جاتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں قرآن و حدیث کی رو سے فضائل نماز پنجگانہ و جمعہ، پابندی وقت اور تارکین نماز کے بارے میں بڑی تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ نماز کی سنت رسول کے مطابق ادائیگی پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اس کے لیے بہت سی تفاسیر اور شروح حدیث اور فقہ کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر نہایت مدلل، جامع اور مفصل کتاب ہے۔ اثر پذیری کے اعتبار سے بھی لا جواب اور قابل مطالعہ ہے۔

ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں ہے؟

تالیف: تفصیل احمد ضیغ

ضخامت: ۹۶ صفحات

قیمت: ۸۰ روپے

ناشر: مکتبہ اہل حدیث، امین پور بازار، فیصل آباد

ملنے کا پتا: مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے

حج و عمرہ کی آسانیاں

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی (رحمۃ اللہ علیہ)

ضخامت: ۳۹۴ صفحات

قیمت: ۳۲۰ روپے

ناشر: دارالنور، اسلام آباد۔ فون: 051-2106400

ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار

لاہور۔ فون: 37351124

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اسلام کے پانچ ارکان میں سے اہم ارکان حج اور عمرہ ہیں۔ جو مالی اور بدنی اعتبار سے قدرے مشکل ہیں۔ تاہم ہر مومن کے دل میں ان ارکان کی ادائیگی اور بیت اللہ کی زیارت کی ایک تڑپ موجود ہے لیکن اس راہ کی مصائب و تکالیف بسا اوقات ہمت شکن ثابت ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ دین آسان ہی نہیں بلکہ آسانی میں دین ہے اور اس سلسلے میں احادیث کو عموماً ان کے اصلی ماخذ و مراجع سے نقل کیا گیا ہے اور آیات شریفہ اور احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے وقت متعدد تفاسیر اور شروح حدیث سے استفادہ کیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کو مصنف نے تیرہ حصوں میں تقسیم کر کے حج و عمرہ کے ہر حصے سے متعلقہ آسانیاں بیان کی ہیں جن کی مجموعی تعداد ایک سو چار ہے۔ یہ سب باتیں کتاب وسنت اور علماء امت کی تصنیفات و تالیفات میں موجود ہیں جو ذخیرہ کتب میں جا بجا بکھری ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ان بکھرے موتیوں کو ذخیرہ کتب میں سے تلاش کر کے ایک لڑی میں پرو کر ترتیب و تنظیم کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ ان کی یہ محنت و کاوش قابل تعریف ہے۔ کتاب پڑھ کر یقین آ جاتا ہے کہ حج و عمرہ کوئی مشکل عبادت نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔

ضخامت: ۲۸۸ صفحات

قیمت: ۲۴۰ روپے

ناشر: زوارا کیڈمی پبلی کیشنز، اے ۴/۷ اناظم آباد نمبر ۴، کراچی

تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

زیر تبصرہ کتاب میں فصاحت و بلاغت کے حوالے سے خطبات نبوی ﷺ کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور اس موضوع پر بے شمار عربی اور اردو کتب کے مطالعہ کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے۔ خطابت کیا ہے؟ خطابت کی تاریخ، قیادت اور خطابت کا باہمی تعلق، مکاتیب نبوی، جوامع الکلم اور ادعیہ ماثورہ اس کے چند ایک موضوعات ہیں۔ خطبات نبوی کا فصاحت و بلاغت، اختصار و جامعیت، صنائع بدائع، آپ کی خطابت کی خصوصیات، خطبات کا انداز و اقسام، ان کی تاثیر اور باعداثرات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر انبیاء و رسل کے خطبات کو بھی شامل کتاب کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے زیادہ تر ماخذ و مصادر عربی کتب ہیں۔ ان سے لیے گئے ہر اقتباس کا حوالہ دیا گیا ہے اور کتاب کو آسان اور سہل بنانے کے لیے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ البتہ چند ایک جگہوں پر اردو ترجمہ چھوٹ گیا ہے۔

صفحہ ۳۸، ۷۹، ۱۲۰ اور ۱۹۰ پر دی گئی عبارات کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ صفحہ ۱۴۵ پر سورۃ کہف کی ایک آیت کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن اس کے نیچے ترجمہ سورۃ کہف ہی کی کسی دوسری آیت کا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کمپوزنگ کی چند غلطیاں بھی اس میں راہ پائی ہیں۔

صفحہ ۱۵ پر سورۃ ہود کی آیت نمبر ۸۴ کے لفظ بخیر کا اعراب غلط ہے۔ اس کی درستگی لازم ہے۔ صفحہ ۱۵۱ پر لفظ ”انتیازی“ ٹوٹ کر کمپوز ہوا ہے۔ صفحہ ۱۸۱ پر لفظ واضح، واضح، کمپوز ہوا ہے۔ صفحہ ۲۵۷ پر دی گئی عبارت کا حوالہ اس سے پہلے صفحہ پر دیا گیا ہے۔ یہ اغلباً پروف ریڈر کی سہل پسندی کا شاخسانہ ہے۔

اس کے باوجود یہ کتاب اپنے موضوع اور مواد کے اعتبار سے نہایت عمدہ، معلومات افزا اور لائق مطالعہ ہے۔ اس کو ہر لائبریری کی زینت بننا چاہیے۔

مسلمان خواتین کی دینی و علمی خدمات

تالیف: پروفیسر سید محمد سلیم

حبیب اللہ ﷺ نے جنت کے نوجوانوں کا سردار فرمایا ہے۔ یہ دونوں نواسے جناب نبی کریم ﷺ کو بڑے محبوب اور پیارے تھے۔ ان دونوں نواسوں کی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جنہیں سیدۃ النساء اہل الجنۃ کا خطاب خود رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میں نے چال ڈھال، عادات اور اٹھنے بیٹھنے کے انداز اور طور طریقوں میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھنے والا سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔“

حضرات حسین رضی اللہ عنہ وہ نواسہ رسول ﷺ ہیں، جنہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ دوران خطبہ منبر سے نیچے اتر کر اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے تھے اور ان کے ہونٹوں پر محبت سے بوسے دیتے تھے۔ دوران نماز سجدے کی حالت میں اگر ان میں سے کوئی نبی کریم ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتا تو آپ ﷺ اس وقت تک سجدے سے سر نہ اٹھاتے جب تک نواسہ رسول ﷺ خود نیچے نہ اتر جاتے۔

زیر تبصرہ کتاب میں فضائل و مناقب اہل بیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اہل بیت سے جس طرح رسول اللہ ﷺ کو پیار تھا اسی طرح اصحاب نبی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ان سے اسی طرح محبت کرتے تھے۔ اس لیے تمام مسلمانوں اور مؤمنین کا فرض ہے کہ وہ بھی اسی طرح محبت رسول و آل رسول ﷺ سے اپنے دامن کو خالی نہ ہونے دیں۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر جناب رسول امین ﷺ کو بذریعہ وحی حضرت جبریل علیہ السلام نے دے دی تھی۔ اور مقام شہادت بھی بتا دیا گیا تھا۔ حضرت حسین ۶۳ برس کی عمر مبارک میں ۶۱ھ میں خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔“ [جامع ترمذی] جو حسین سے محبت رکھتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا بھی محبوب ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آل رسول ﷺ سے محبت کرنے کی توفیق دے، آمین۔

خطبات نبوی ﷺ

تالیف: ڈاکٹر سید عزیز الرحمن

ضمیمہ: ۱۲۰ صفحات

قیمت: ۱۲۰ روپے

ناشر: زوارا کیڈمی پبلی کیشنز، اے ۴/۷ ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

اس کتاب کے ”پیش گفتار“ میں جناب سید عزیز الرحمن کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”یہ کتاب ان اعتراضات کا جواب ہے جن میں اسلامی تعلیمات اور ان کی روشنی میں پروان چڑھنے والے اسلامی معاشرے کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ ان تعلیمات کے سبب حیات انسانی کا گراں قدر بڑا حصہ معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ زیر نظر کتاب مسلمان خواتین کی دینی و علمی خدمات کا ایک مختصر مگر اپنے مباحث اور موضوع کے اعتبار سے ایک وقیع جائزہ ہے۔“ [صفحہ: ۵]

کتاب کے مصنف پروفیسر سید محمد سلیم کتاب کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اسلامی تہذیب کی پروردہ خواتین کیسی ہوتی تھیں یہ بات اب کتابوں ہی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ مغربی تہذیب کی یلغار نے وہ سانچے ہی توڑ ڈالے جہاں سے یہ پاک باز اور پاک نہاد خواتین ڈھل کر نکلتی تھیں۔

مصنف کی غرض بھی اس کتاب کے لکھنے سے یہی ہے کہ اسلامی تہذیب کی علم بردار خواتین کے کردار و گفتار و اعمال کی ایک جھلک قدرے وسیع تناظر میں عوام الناس کے سامنے پیش کرے۔“ [صفحہ: ۷، ۸]

ان اقتباسات کے بعد کتاب مزید کسی تبصرے کی محتاج نہیں رہتی تاہم اس کی قدرے تفصیل پیش کرنے کی جسارت کی جارہی ہے۔

کتاب چار ابواب اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے۔ پہلا باب علوم قرآن و حدیث، فقہ، وعظ و تذکیر اور درس و تدریس کی ماہر اور مجاہد خواتین کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

دوسرے باب میں شعر و ادب، تاریخ، فلسفہ، ریاضی، فن خطاطی اور فن طب کی ماہر، علم کی شائق، محنت و مزدوری اور زراعت و تجارت

کرنے والی خواتین کا ذکر ہے۔

تیسرے باب میں مدارس اور رفائی ادارے قائم کرنے والی، خدمت خلق اور اچھی تربیت کرنے والی خواتین کے حالات درج ہیں۔

چوتھے باب میں زہد و عبادت، تقویٰ و پرہیزگاری، صبر و قناعت، ایثار و قربانی اور شفقت و مہربانی کرنے والی اور عزت و احترام کی حامل خواتین کا تذکرہ ہے۔ ضمیمہ میں مجاہد خواتین پر سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا ایک مضمون ”خواتین اور جنگی تعلیم“ کے عنوان سے اس میں شامل ہے۔

کتاب مختصر ہونے کے باوجود نہایت وقیع ہے۔ خواتین اور بچیوں کو پڑھانے کی پرزور سفارش کرتے ہیں تاکہ ان میں بھی ان خواتین کی عادات و اطوار اور اخلاق و کردار اختیار کرنے کا جذبہ ابھرے۔

### تحفہ درود و سلام

تالیف: مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر

ضمیمہ: ۱۲۰ صفحات

قیمت: ۲۵۰ روپے

ناشر: زوارا کیڈمی پبلی کیشنز، اے ۴/۷ ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

یہ کتاب بھی زوارا کیڈمی کی مطبوعات میں سے ایک ہے جو مولانا مفتی محمد عاشق الہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے صاحب زادے مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر کی تالیف ہے۔ یہ کتاب ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ مولانا محمد جاوید اشرف میرٹھی مدنی نے کیا ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس، آسان اور قابل فہم ہے۔

اس کتاب کا موضوع درود شریف کے فضائل و فوائد ہے۔ احادیث باحوالہ درج کی گئی ہیں۔ کمپیوٹر کمپوزنگ، رنگین گلیفٹڈ پیپر پر رنگین طباعت کی گئی ہے۔ جلد مضبوط اور ٹائٹل نہایت خوب صورت ہے۔

### نقوش سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: عتیق الرحمن صدیقی

صفحہ: ۲۲۴

قیمت: ۲۴۰ روپے



ناشر: دارالتذکیر، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور  
تبصرہ نگار: عبدالرشید عراقی

آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کا موضوع اتنا دلآویز اور ایمان افروز ہے جس کی ہر جہت ایمان کی روشنی سے معمور ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کا سب سے اول ماخذ قرآن مجید ہے۔ جو ہر لحاظ سے مستند اور معتبر ماخذ ہے۔ اس کے بعد دوسرا ماخذ رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں جن میں کارنامہ رسالت کی ہر تفصیل پوری سند کے ساتھ موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ سیرت تمام بنی نوع انسان کے لیے بالعموم اور امت مسلمہ کے لیے بالخصوص اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”ہم نے آپ کو سارے جہان والوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ [الانبیاء: ۱۰۷]

نیز فرمان ہے:

”اور ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“ [سبا: ۲۸]

آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنا، اس میں غور و فکر کرنا اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ جیسا کہ کتاب اللہ نے اس کی واضح الفاظ میں تصریح کی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

”فی الحقیقت تم مسلمانوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا قول و عمل ایک بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں۔“ [احزاب: ۲۱]

سیرت نبوی ﷺ پر مختلف عنوانات کے تحت ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا شمار نہیں، اور ہر زبان میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ احاطہ تحریر میں لائی گئی ہے۔ مقالات و خطبات کی صورت میں برصغیر (پاک و ہند) میں بے شمار کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ ان میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی ”خطبات مدراس“ ڈاکٹر محمد آصف قدوائی کی ”مقالات سیرت“ رفیع الدین ہاشمی کی ”خطبات رسول“ پروفیسر حافظ عبدالستار

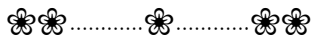
حامد کی ”خطبات سیرت“ بڑی عمدہ، جامع اور علمی کتابیں ہیں۔ اور ان کتابوں کی اہل علم و اہل قلم نے بہت تعریف و توصیف کی ہے۔

مولانا عتیق الرحمن صدیقی صاحب جو مولانا حیدر زمان صدیقی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند گرامی ہیں، نقوش سیرت کے نام سے سیرت نبوی ﷺ پر کتاب مرتب فرمائی ہے۔ اس کتاب میں سیرت نبوی پر ۲۰ مقالات ہیں، جس میں ہر مقالہ اپنے عنوان اور موضوع کے اعتبار سے بڑا جامع اور معلوماتی ہے۔ اور ہر مقالہ سیرت نبوی کا جوہر اور عطر ہے۔ ایک مقالہ کا عنوان ہے ”نبی اکرم ﷺ پر دشمنوں کے الزامات“ اس مقالہ کا اختتام درج ذیل الفاظ میں کیا ہے، لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے ﷺ کو عالم بالا کی سیر کرائی اپنی آیات کا مشاہدہ کرایا، اوریوں جسمانی اور معنوی و روحانی غرض ہر اعتبار سے اپنے حبیب ﷺ کو عظمتوں کی معراج سے مشرف فرمایا۔ حضور ﷺ نے منصب نبوت کے تقاضوں کی تکمیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اپنے رب کے احسانات کا قوی اور عملی طور پر شکریہ ادا کیا۔ آج روئے زمین پر کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جہاں حضور ﷺ کے نام لیوا موجود نہ ہوں اور صبح و شام محمد ﷺ پر درود نہ بھیجتے ہوں اور آپ ﷺ سے انتساب پر فخر نہ کرتے ہوں۔ اس انتساب کا تقاضا یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں، اور انفرادی و اجتماعی طور پر دین حق کے مطابق زندگی بسر کریں۔ نیز آنحضور ﷺ خدایا اجتماعی پر مبنی جو دین حق لے کر مبعوث ہوئے تھے اسے دنیا میں قائم کرنے کی بھرپور جدوجہد کریں۔“ [صفحہ: ۲۰۲]

آخر میں مصنف نے اپنے والد محترم مولانا حیدر زمان صدیقی رحمہ اللہ کا ایک مقالہ ”عہد نبوت اور عصر حاضر“ شامل اشاعت کیا ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بڑا جامع اور پڑھ لکھے مسلمانوں کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔

اس کتاب کا ہر لائبریری میں ہونا ضروری ہے اور قیمت بھی مناسب ہے۔ اس لیے ہر مسلمان جو دینی شعور کا حامل ہے اس کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔



## وفیات

### وہ جو ہم سے بچھڑ گئے

دنیا میں آنا یہاں سے جانے کی تمہید ہے۔ قانون الہی ہے کہ تا امروز دنیا سے ہر ذی نفس ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کے تحت اپنی باری پر جا رہا ہے۔ گزشتہ دنوں ہمیں چند وفیات سے گزرنا پڑا۔ اللہ رحیم و کریم سے دعا ہے کہ وہ مرنے والوں کو اپنی مغفرت سے نوازے۔ انہیں جنات النعیم میں مقام عطا کرے، آمین۔

①..... راقم کے بہنوئی محترم حاجی محمد بشیر صاحب پہلے عشرہ رمضان المبارک میں وفات پا گئے تھے۔ وہ چک جھڑ ضلع فیصل آباد کے رہائشی اور نیک سیرت انسان تھے۔ ان کی وفات کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ ان کے گھرانے کو ایک اور شدید دھچکایوں لگا کہ ان کے صاحب زادے اور راقم کے بھانجے محمد یونس اپنی چھوٹی چھوٹی پانچ پچیاں اور ایک بچے کو چھوڑ کر عید الاضحیٰ سے چند دن قبل وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

②..... راقم کے ماموں محترم جناب نیک محمد صاحب (چنیوٹ) مؤرخہ ۴ نومبر ۲۰۰۹ء کو بعارضہ گردہ علیل رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ان کی نماز جنازہ میں بے شمار افراد شریک ہوئے۔ قارئین الاعتصام سے درخواست گزار ہوں کہ وہ مرحوم افراد کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کریں۔ جزاکم اللہ خیراً [دلفگار: محمد سلیم چنیوٹی]

③..... چوہدری محمد یونس صاحب مرکزی جمعیت اہل حدیث راولپنڈی کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ وہ نہایت شریف اور نیک سیرت انسان ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کا بڑا بیٹا محمد عبداللہ بھمر ۳۵ سال وفات پا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے بیٹے کی وفات سے سارا خاندان نہایت قیمتی نقصان سے دوچار ہوا ہے۔ یہ لڑکا اپنے باپ کے کاروبار میں بڑا معاون تھا اور

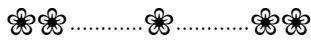
سارا کاروباری دار و مدار اسی کے گرد گھومتا تھا۔ مرحوم کے چار بیٹے سوگوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مقام بلند سے نوازے، آمین۔ [خلادشا کر، مکتبہ سلفیہ لاہور]

④..... مولانا محمد عبداللہ سلفی (کوٹ اڈو) کا انتقال کوٹ اڈو ضلع مظفر گڑھ کے معروف عالم دین اور مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا عبداللہ سلفی (اوڈو) ۳۰ نومبر ۲۰۰۹ء بروز پیر وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنی مسجد میں صبح کی نماز کے بعد درس قرآن ارشاد فرما رہے تھے کہ انھیں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ مرحوم کے پس ماندگان میں ۳۰ بچے اور چار بیوگان ہیں۔ قارئین مرحوم کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کریں۔ [ابوالاحشام حمزہ طور، گوجراں والا]

⑤..... حافظ محمد محمود علوی کا انتقال ۱۲/۱۲/۲۰۰۹ء کو آریلو چاں والا ضلع اوکاڑا، کے خطیب ابو حظلہ مولانا محمد محمود علوی عید الاضحیٰ سے ایک دن قبل چاند گاڑی اور موٹر سائیکل حادثے میں انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنے علاقے میں خطیب اور جماعتی سرگرمیوں میں سرگرم رہتے تھے۔ قارئین مغفرت کی دعا فرمائیں۔ [مولانا) حافظ محمد ارشد کمال، لاہور]

⑥..... مولانا محمد نذیر صاحب جو کہ مدرسہ نصرت الاسلام للبنات کرلیس بلتستان میں مدرس ہیں ان کی والدہ محترمہ گزشتہ ماہ وفات پا گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم صوم و صلوة کی پابند تھیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

⑦..... مولانا عبداللہ شکور صاحب کو صدمہ مولانا عبداللہ شکور بلتستانی سابق مدرس مدرسہ نصرت الاسلام للبنات کرلیس بلتستان، کے والد گرامی عبدالشکور مؤرخہ ۸ نومبر بروز منگل وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے التماس ہے کہ مرحومین کے لیے مغفرت و بلندی درجات کی اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کریں۔ [عبدالرحمن بلتستانی، عبدالرحیم بلتستانی]



## نصرتِ الہی سے محروم مسلمان

خوں رلاتی ہے مجھ کو مسلمانوں کی زبوں حالی      لے ڈوبی ہے خود ان کو، ان کی اپنی ہی بد اعمالی  
 لمحہ لمحہ بڑھتی جا رہی ہے دنیا میں پسپائی ان کی      جوں جوں ہو رہی ہے اپنے خالق سے نا آشنائی ان کی  
 یہ قبر پرستی کا جنوں اپنے رب سے نا آشنائی نہیں تو کیا ہے      پیشانی درغیر اللہ پہ رکھ دینا خالق سے بے وفائی نہیں تو کیا ہے  
 اُمیدیں غیر سے باندھ کر مسلمان اپنا ایمان کھو بیٹھا      جھکا جب غیر کے آگے تو اپنی پہچان کھو بیٹھا  
 قرآن وحدیث سے بے رغبتی کو جب بنا لیا اس نے شعار اپنا      نگاہ غیر میں یہ رسوا ہوا اور کھو بیٹھا وقار اپنا  
 وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون سے واضح ہے مقصد اس کی تخلیق کا      صد افسوس کہ تھام لیا اس نے دامن شیطان زندیق کا  
 مسجدیں ویراں ہیں مگر لہو لعب میں گزر رہی ہے زندگی اس کی      جرائم میں یہ سرفہرست ہے اور نقطہ عروج پر ہے درنگی اس کی  
 وہ کون سی برائی ہے جس سے اس کا دامن لبریز نہیں ہے      خشیت الہی سے نا آشنا ہے دل اس کا عصیاں سے قطعی اسے گریز نہیں ہے  
 چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے اسلاف کی میراث کا یہ پاسباں ہوتا      دشمن لرزہ بر اندام رہتا اس سے اور یہ عبرت کا نشان ہوتا  
 عبادتِ الہی میں پابندی کو، بنا لیتا یہ معمول اپنا      اللہ واحد کو کارساز سمجھتا اور نہ چھوڑتا یہ اصول اپنا  
 شرک و بدعت سے نفرت اور عظمت الہی کا ہوتا شعور اس کو      ایثار و محبت سے عبارت ہوتی زندگی اس کی اور اسی میں ملتا سرور اس کو  
 یہی وہ صفات ہیں جن کے فقدان سے مسلمان کی رسوائی ہو رہی ہے      دنیا میں اب یہ زیرِ عتاب ہے اور جگ ہنسائی ہو رہی ہے

عابر بہتر ہے کہ یہ ہوش کے ناخن لے اور بدل لے اپنے اطوار اب بھی  
 فرشتے اس کی نصرت کو، اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

[محمد اسحاق عابر، ملتان]